محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز

Atlantis
Publications

مجرم منصوبہ

D962 DAC

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	مجرم منصوبہ
نمبر	718
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	29 روپے

دو باتیں

السلام علیکم!

اس بار آپ مجرم منصوبہ کے جال میں آجائیں گے اور اس سے خود کو کسی طرح نکال نہیں پائیں گے بلکہ اس وقت جب ناول ختم ہو چکا ہوگا، اس وقت آپ سر اٹھا کر دیکھیں گے تو مجرم کا جال دور دور تک نظر نہیں آئے گا، نزدیک نزدیک نظر آجائے تو اور بات ہے، لیکن آپ نزدیک نزدیک دیکھنے کیوں لگے۔

کہنے کو یہ اٹلانٹس پبلکیشنز سے پانچواں ناول ہے، لیکن دیکھا جائے تو یہ ساتواں ناول بھی ہے، وہ ایسے کہ ساتھ میں دو ناول پرانے بھی شامل ہو چکے ہیں، جو نئے پڑھنے والوں کے لیے ہرگز پرانے نہیں ہیں، ان کے لیے تو نئے ناولوں سے زیادہ مزے کی چیزیں ہیں، لیکن یہ صرف میرا خیال ہے، قارئین کا خیال بلکہ خیالات اس کے برعکس ہو سکتے ہیں، قارئین اس سلسلے میں مکمل طور پر آزاد ہیں، جو چاہیں سوچیں اور جو چاہیں سمجھیں اور جو چاہیں رائے دیں۔ اتنی آزادی انہیں بالکل مفت میں مل گئی... قارئین اس حد تک مجھے بھی آزادی دے دیں تو پھر ناولوں کی بات ہی اور ہوگی۔

اب کہیں آپ یہ نہ پوچھ لیجیے گا کہ اس صورت میں ناولوں کی اور کیا بات ہوگی... بات دراصل یہ ہے کہ یہ تو خود مجھے بھی معلوم نہیں کہ بات کچھ اور کیا ہوگی... اور ہم اس چکر میں پڑیں بھی کیوں... ہمیں آم کھانے سے غرض ہے یا پیڑ گننے سے، لیکن یہ بات بھی ایک حد تک غلط ہے، آج کل کے لوگ پیڑ گننے کے چکر میں زیادہ رہنے لگے ہیں اور کھاتے کم ہیں، گویا اب وہ باتیں کہاں رہیں، آم کے آم گٹھلیوں کے دام، مطلب یہ کہ وہ دن ہوا ہوئے جب خلیل خان فاختہ اڑایا کرتے تھے۔ اس سے پہلے کہ یہ دو باتیں مزید اوٹ پٹانگ ہو جائیں، میں آپ سے اجازت چاہوں گا، بدلے میں آپ مجھ سے ناول شروع کرنے کی اجازت چاہ سکتے ہیں، اجازت کا کیا ہے، بے بھاؤ ملتی ہے۔

اشتیاق احمد

احادیث شریف

ابن الدیلمی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں (مشہور صحابی رسول) اُبی بن کعب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کہ تقدیر کے متعلق میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہو گیا ہے لہٰذا آپ اس کے متعلق کچھ بیان فرمائیں، شاید اللہ تعالیٰ اس خلجان کو میرے دل سے دور کر دے (اور مجھے اس مسئلے میں اطمینان نصیب ہو جائے) انہوں نے فرمایا:

سنو! اگر اللہ تعالیٰ اپنے زمین و آسمان کی ساری مخلوق کو عذاب میں ڈال دے تو وہ اپنے اس فعل میں ظالم نہ ہو گا اور وہ ان سب کو اپنی رحمت سے نوازے تو اس کی یہ رحمت اُن کے اعمال سے بہتر ہو گی (یعنی اُن پر یہ اس کا محض فضل و احسان ہو گا، ان کے اعمال کا واجب حق نہ ہو گا اور سنو! تقدیر پر ایمان لانا اس قدر ضروری ہے کہ اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرو تو اللہ کے یہاں وہ قبول نہ ہو گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور تمہارا پختہ اعتقاد یہ نہ ہو کہ جو کچھ تمہیں پیش آتا ہے، تم کسی طرح اس سے چھوٹ نہیں سکتے تھے اور جو حالات تم پر پیش نہیں آئے، وہ تم پر آ ہی نہیں سکتے تھے (یعنی جو کچھ ہوتا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر اور مقرر ہو چکا ہے اور اس مقررہ پروگرام میں ذرہ برابر تبدیلی بھی ممکن نہیں ہے اور اگر تم اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہوئے مر گئے تو یقیناً تم دوزخ میں جاؤ گے۔

ابن الدیلمی کہتے ہیں کہ اُبی بن کعب سے یہ سننے کے بعد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی فرمایا، اس کے بعد میں حذیفہ رضی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی فرمایا، پھر میں زید بن ثابت رضی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے طور پر مجھ سے بیان فرمائی۔

(مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

ملت گھرانہ

"سر... اس اطلاع میں کوئی شک نہیں! آج رات رانا گوما ضرور واردات کرے گا۔ یہ اطلاع اس کے غدار ساتھی نے دی ہے... وہ اب ہمارا آدمی ہے، لیکن ہماری ہدایات کے تحت ابھی تک رانا کے گروہ میں شامل ہے۔" اکرام کی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب! اس کے غدار ساتھی کا نام؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"بھولا رومی۔"

"یہ کیسے ہاتھ لگا اکرام اور تمہیں اس کی اطلاع پر یقین کیوں ہے۔"

"وہ اب خوف کھانے لگا ہے، جرم کی دنیا سے فرار چاہتا ہے، اس نے خود ہی مجھ سے رابطہ کیا تھا... میں نے اس کی ہر ممکن مدد کرنے کا وعدہ کر لیا۔"

"تم نے اچھا کیا۔ آج رات رانا گوما کا کہاں واردات کرنے کا پروگرام ہے۔" انہوں نے کہا۔

"ملت گھرانہ۔"

"ملت گھرانہ... کیا مطلب۔"

"یہ سات گھروں پر مشتمل ایک بند کوچہ ہے، اس کا نام ان لوگوں نے

ملت گھرانہ رکھا ہوا ہے، واردات ان میں سے کسی ایک گھر میں ہوگی... مزے کی بات یہ ہے سر کہ اس کوچے سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے، رانا کے آدمی اگر اس کوچے میں داخل ہوئے تو واپسی پر ہم انہیں بہت آسانی سے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"حیرت ہے، وہ ایسی جگہ کیوں واردات کر رہا ہے جو اس کے لیے چوہے دان ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اب اسے کیا معلوم سر! کہ اس کا کوئی ساتھی غداری کر رہا ہے..."

"اس کے کل ساتھی کتنے ہیں۔"

"جی سات عدد اور آٹھواں خود ہے، لیکن مسئلہ ایک اور ہے سر۔"

"اور وہ کیا اکرام؟"

"واردات کے وقت وہ خود موجود نہیں ہوتا..."

"خیر کوئی پروا نہیں، اس کے سات کارکن ہاتھ لگ جائیں، یہ بھی بہت ہے، ہم ان سے اپنے مطلب کی باتیں اگلوالیں گے، یہ کہ باس ان سے کہاں ملتا ہے یا کیسے رابطہ کرتا ہے، لوٹ کا مال ان سے کیسے وصول کرتا ہے یا انہیں ان کا حصہ کیسے دیتا ہے، یا وہ اس کے گھر میں شامل کیسے ہوتے، کب ہوتے، اس قسم کے سوالات سے ہمیں بہت سی کام کی باتیں معلوم ہو سکیں گی۔"

"اچھی بات ہے سر... میں نو بجے ملت گھرانہ کے باہر پہنچ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم بھی بارہ بجے تک پہنچ جائیں گے، اس لیے کہ بارہ بجے سے پہلے تو وہ واردات کرتا نہیں۔"

"ہم سے آپ کی کیا مراد... کیا آپ محمود، فاروق، فرزانہ کو بھی لائیں گے۔"

"مجبوری ہے بھئی، میں انہیں ساتھ لے کر نہیں آؤں گا تو بھی، وہ کسی نہ

کسی طرح کیس میں شامل ہو جائیں گے۔"

"لیکن سر... میرا مشورہ ہے، آپ انہیں کیس میں شامل نہ کریں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک امکان یہ ہے کہ بھولا رومی کہیں الٹا ہمیں دھوکا نہ دے رہا ہو، اس صورت میں معاملہ خطرناک ہو سکتا ہے، اس وقت تک رانا گوما کی صرف خطرناکیاں ہی سننے میں آئی ہیں، وہ انسانوں کو مار کر خوشی محسوس کرتا ہے، پھر سات گھروں کے بند کوچے میں جب وہ پھنسے گا تو اس وقت تو اور زیادہ خطرناک ہو جائے گا۔"

"تم بھول رہے ہو اکرام۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"چلیے! بتا دیں، میں کیا بھول رہا ہوں۔"

"تمہی نے بتایا ہے، وہ خود واردات کے موقعے پر موجود نہیں ہوتا..."

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا سر۔" اکرام بھی جواب میں ہنسا۔

"وہ کیسے؟"

"آج تک اس نے اپنے ہاتھ سے کچھ نہیں کیا، وہ صرف اپنے ماتحتوں کو ہدایات دیتا ہے، لہٰذا جس قدر بھی وارداتیں اور ان کے دوران قتل و غارت گری ہوئی ہے، وہ سب اس کے کارکن کرتے ہیں، اس کے کارکن کوئی کم خطرناک نہیں ہیں سر، اس وقت تک تین آفیسران کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اور اس کا ایک ساتھی بھی آج تک پکڑا نہیں گیا... آئی جی صاحب نے یہ کیس ایسے ہی تو آپ کو نہیں سونپ دیا، یوں سمجھ لیں، اس علاقے کے ذمے دار حضرات پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ تب مجبوراً آپ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔"

"ہوں! میں اس کیس کو اس حد تک خطرناک نہیں سمجھتا تھا... دوسرے یہ کہ رومی بھولا کے بارے میں تفصیلات مجھے معلوم نہیں... یہ شخص خود بخود ہمارے پاس

آیا تھا یا کسی کے ذریعے۔''

''نہیں سر... یہ آج تک سامنے نہیں آیا... اس نے صرف فون کے ذریعے رابطہ کیا ہے۔''

''ہوں! واقعی اس پر پوری طرح اعتبار نہیں کیا جا سکتا، خیر... آج اندازہ ہو جائے گا... رومی بھولا اگر ایک بار مجھ سے بات کر لیتا تو میں اندازہ لگا سکتا تھا، وہ ہمیں دھوکا تو نہیں دے رہا... اوہو... اچھا اکرام... پھر بات کریں گے... آئی جی صاحب کی کال آ رہی ہے دوسرے فون پر۔''

''جی اچھا۔''

''انسپکٹر جمشید نے فون بند کر کے دوسرا ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے شیخ نثار احمد صاحب کی آواز سنائی دی۔

''السلام علیکم جمشید۔''

''وعلیکم السلام سر...''

''رانا گوما آخر اب تک گرفتار کیوں نہیں ہوا۔''

''آج رات اس کے گرفتار ہونے کی امید ہے سر... رانا گوما کوئی عام ڈاکو نہیں ہے، وہ خود تو میدان میں آتا ہی نہیں، تمام کام اپنے سات کارکنوں سے لیتا ہے، ان میں ایک کارکن نے خود بخود ہم سے رابطہ کیا ہے، اس کا کہنا ہے کہ وہ ان جرائم سے تنگ آ چکا ہے۔ لہٰذا وہ رانا گوما کو پکڑوانے میں قانون کی مدد کرنا چاہتا ہے، بشرطیکہ قانون اس کے ساتھ نرمی کرے، اب معلوم نہیں، یہ کوئی چکر ہے یا وہ سچا ہے۔ بہر حال اس نے اطلاع دی ہے کہ آج رات وہ ملت گھرانے میں واردات کرنے والا ہے۔''

''کک... کہاں؟'' آئی جی صاحب ہکلائے۔

''ملت گھرانے میں سر... یہ سات گھروں کا ایک بند کوچہ ہے، ان میں سے ایک گھر میں وہ ڈاکا ڈالے گا، میرا مطلب ہے سر، اس کے آدمی واردات کریں گے۔ ہم ملت گھرانے کو گھیرے میں لیں گے، سنا ہے، وہاں سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے، اس لیے وہ بچ کر نہیں نکل سکیں گے پھر ہم ان سے سوالات کر کے اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ رانا گوما کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔''

''مجھے تو اس میں کوئی چکر نظر آ رہا ہے، کیس چونکہ اب تمہارے ہاتھ میں ہے اور اس بات کی اطلاع رانا گوما کو ہو چکی ہوگی، اس لیے وہ تم سے نجات پانے کے لیے کوئی چکر چلانے کے چکر میں ہے۔''

''میں اس پہلو سے بھی سوچ رہا ہوں۔''

''اور جمشید! وہ بہت خطرناک شخص ہے، اب تک اس نے جتنی وارداتیں کی ہیں، سب کی سب لرزہ خیز ہیں، انسانوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کا گروہ انسانوں کو ذبح کرنے کا شوقین ہے، جہاں جاتا ہے، کسی نہ کسی کو ذبح کیے بغیر نہیں رہتا، یہ اس گروہ کی خاص بات ہے، اس لیے میں خوف زدہ ہوں جمشید۔''

''اگر یہ بات ہے سر تو ہم انہیں ملت گھرانے میں داخل ہی نہیں ہونے دیں گے۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے، اس کوچے کی اس طرح ناکہ بندی کی جائے کہ پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔''

''ٹھیک ہے سر... آپ فکر نہ کریں... ہم ابھی ادھر کا رخ کر رہے ہیں... اگرچہ واردات کا وقت بارہ بجے کا ہے۔''

''اچھی بات ہے، اب میں مطمئن ہوں۔''

''لیکن سر... آپ ملت گھرانے کا نام سن کر چونکے کس لیے تھے؟''

''تو تم نے یہ بات محسوس کر لی''

''جی... جی ہاں۔''

''ملت گھرانے کا نام کئی بار سننے میں آیا ہے، لیکن اب یاد نہیں آرہا کہ کس سلسلے میں سننے میں آیا تھا... اسی لیے نام سن کر چونک اٹھا تھا۔'' وہ بولے۔

''اگر وہ بات یاد آجائے تو بتا دیجیے گا سر۔''

''ہاں کیوں نہیں اوہو... ایک منٹ جمشید... مجھے یاد آگیا... نن... نہیں... نہیں۔'' ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

''کک... کیا ہوا سر۔''

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

''کیا ہوا سر... کیا ہوا۔''

ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا... انسپکٹر جمشید کو اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔

☆000☆

سوٹ اور ہانڈیاں

''بس انکل! اب ہم چلیں گے، بہت دیر ہوگئی ہے۔ ابا جان گھر پہنچنے والے ہوں گے۔'' محمود نے اٹھنے کے لیے پر تولتے ہوئے کہا۔

''لل... لیکن محمود! میرا نام بس انکل نہیں ہے۔''

عین اس لمحے ظہور کمرے میں داخل ہوا، اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

''کیا میرا نام بس انکل ہے۔''

''میں اب اس گھر میں ملازمت نہیں کر سکتا سر۔'' ظہور نے جیسے ان کا جملہ سنا ہی نہیں۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بجی۔ ظہور کا منہ اور بن گیا۔

''جاؤ ظہور پہلے یہ دیکھو، دروازے پر کون ہے، پھر آکر اپنی بات کرنا، لیکن ہاں پہلے یہ بتاتے جاؤ... کیا میں بس انکل ہوں۔''

''نہیں سر... آپ تو جہاز انکل بھی نہیں ہیں۔'' ظہور نے برا سا منہ بنایا اور کمرے سے نکل گیا۔

''یہ تم جہاز کہاں سے لے آئے۔'' خان رحمان نے آنکھیں نکالیں۔

"جہاں سے آپ بس انکل لے آئے۔"

اسی وقت دستک دوبارہ ہوئی اور وہ چونک اٹھے۔

"اوہو! جلدی جاؤ یہ... تو اپنے پروفیسر داؤد ہیں... کہیں ناراض ہو کر واپس نہ چلے جائیں۔" خان رحمان نے بلند آواز میں کہا۔

"میں اتنی جلدی ناراض ہو کر جانے والا نہیں، آیا ہوں تو کچھ کھا پی کر جاؤں گا۔" پروفیسر داؤد نے باہر سے بلند آواز میں کہا۔

"ہائیں! میری آواز آپ تک کیسے پہنچ گئی۔"

"میرے ہاتھ میں ایک آلہ ہے... اس کے ذریعے سن رہا ہوں۔"

ظہور تیزی سے مڑا اور دروازے کی طرف لپکا، جلد ہی وہ پروفیسر داؤد کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"بھئی واہ مزا آگیا... یہاں تو محمود، فاروق اور فرزانہ بھی موجود ہیں۔"

"ہم تو اب بس جانے ہی والے تھے انکل۔" محمود نے فوراً کہا۔

"وہ میری بات رہ گئی خان صاحب۔" ظہور بولا۔

"بھاڑ میں گئی تمہاری بات۔"

"یہ... یہ کون سی بات کو بھاڑ میں بھیجا جا رہا ہے بھئی۔" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"ظہور کا کہنا ہے، اب یہ یہاں ملازمت نہیں کرنا چاہتا۔"

"ارے! تو کیا تم میرے ہاں آنا چاہتے ہو۔" پروفیسر داؤد خوش ہو کر بولے۔

"نہیں پروفیسر صاحب... آپ دونوں تو ایک جیسے ہی ہیں بس۔" ظہور نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھا جاؤ... پہلے پروفیسر صاحب کے لیے چائے بنا کر لاؤ... پھر بات کریں گے تنخواہ کے بارے میں۔"

"میں نے تنخواہ کی نہیں... ملازمت چھوڑنے کی بات کی ہے۔"

"لیکن آخر کیوں... " پروفیسر بولے۔

"ایک ہفتہ ہو گیا... میں کوئی سوٹ نہیں جلا سکا، میری بیگم سلمیٰ کوئی ہانڈی نہیں جلا سکی... ہے کوئی تک۔"

"لیکن کیوں... آخر کیوں نہیں جلا سکے۔" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"صاحب، بیگم صاحب کو ساتھ لے کر روزانہ باہر نکل جاتے ہیں، ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا باہر ہی کہیں کھا آتے ہیں، ان حالات میں کوئی ہانڈی کیسے جل سکتی ہے بھلا۔" ظہور نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"یہ بات سمجھ میں آ گئی، لیکن کوئی سوٹ کیوں نہیں جلا۔"

"ان دنوں صاحب اور بیگم صاحب سلے سلائے سوٹ بازار سے خرید خرید کر پہن رہے ہیں۔"

"اور حامد... سرور اور ناز؟"

"سردیوں کی چھٹیاں ہیں، اپنے ماموں کے ہاں پہاڑ پور گئے ہوئے ہیں۔"

"سردیوں میں پہاڑ پور... ارے باپ رے، بھائی وہاں گرمیوں میں سخت سردی پڑتی ہے، آج کل تو جم جائے گی وہاں قلفی۔"

"اسی لیے تو وہ گئے ہیں۔" ظہور نے جل کر کہا۔

"کیا مطلب... کس لیے گئے ہیں۔"

"دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی قلعی کھلتی ہے یا نہیں۔"

"اوہ اچھا اچھا، سمجھا، اب تم بتاؤ خان رحمان یہ کیا حرکت... آخر تم کپڑے باہر کے کیوں کھا رہے ہو، اسی طرح کھانے باہر کے کیوں پہن رہے ہو، اس بات کی تو دور دور تک کوئی نہیں ہو سکتی۔" یہ کہتے ہوئے پروفیسر داؤد نے خان رحمان کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"پہلے تو آپ اپنا جملہ درست کریں، اس لیے میں کپڑے کھاتا نہیں، نہ کھانا پہنتا ہوں، خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"وہی وہی... تم اصل بات کا جواب دو، ادھر اُدھر فرار ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"دراصل ہم روز روز سوٹوں اور ہانڈیوں کے جلنے سے تنگ آگئے ہیں، اس لیے ہم نے سوچا، گھر کا کھائیں گے، نہ پہنیں گے۔"

"لیکن ایسا کب تک چلے گا۔"

"یہ دونوں ملازمت چھوڑ کر جانے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔"

"گویا تم واقعی انھیں فارغ کر رہے ہو۔"

"کیا کیا جائے، مجبوری ہے، میں نے ان سے کہا تھا... ہفتے میں ایک سوٹ اور ایک ہانڈی جلا لیا کرو... لیکن یہ دونوں کہتے ہیں یہ بہت کم ہیں... تب میں نے کہا اچھا دو سوٹ اور دو ہانڈیاں کافی ہیں، یہ اس پر بھی نہیں مانے۔"

"تب پھر یہ کس پر مانتے ہیں۔"

"ہفتے میں کم از کم چار سوٹ اور چار ہانڈیاں جلانے کی اجازت چاہتے ہیں۔"

"یار خان رحمان میں تمھیں اس موقع پر ایک حدیث سنا دوں۔" پروفیسر

مسکرائے۔

"اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے بھلا۔"

"ایک صحابی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، میں اپنے غلام کو دن میں کتنی بار معاف کروں، جواب میں آپ نے فرمایا، کم از کم ستر بار معاف کرو، بعد میں یہ فرمایا جتنی بار بھی وہ خطا کرے، معاف کر دو۔"

"اوہ... اوہ... کیا آپ اس سے یہ مطلب لے رہے ہیں کہ میں ان کا مطالبہ مان لوں۔" "ان دونوں کو معاف کرنے میں ہی تمہارا بھلا ہے، خان رحمان۔"

"تب... تب میں انہیں اجازت دیتا ہوں، ان سے اس بارے میں قطعاً نہیں پوچھوں گا۔"

"سن لیا بھئی تم نے! اب تو تمہیں ملازمت چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔" پروفیسر داؤد نے خوش ہو کر کہا۔

"جی... جی ہاں بالکل۔" ظہور نے فوراً کہا۔

"لیکن پروفیسر صاحب... کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم حضرات کو کوئی ہدایت نہیں دی کہ ان کا کیا فرض بنتا ہے۔"

"اس سلسلے میں میری معلومات ناقص ہیں، لیکن ظاہر ہے، انہیں بھی یہ ہدایت تو دی ہوگی کہ وہ جن کے پاس کام کرتے ہیں، ان کا خیال رکھیں، ان کا نقصان نہ کریں۔ اس زمانے میں دراصل ملازم تو ہوتے نہیں تھے، غلام ہوتے تھے... بہرحال ملازمین کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ جن کے ہاں کام کریں، ان کے فائدے کی بات سوچیں۔"

"سن لیا تم نے۔" خان رحمان ظہور کی طرف اٹھے۔

"ج... جی... سن لیا۔"

میں اس لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ محمود، فاروق، فرزانہ بری طرح چونکے۔

''کیا ہوا بھئی، یہ فون کی گھنٹی کی آواز ہے... سانپ کی پھنکار تو نہیں ہے۔'' خان رحمان نے برا سامنہ بنایا۔

''آپ نہیں جانتے! ہم فونوں کی گھنٹیوں کو پہچانتے ہیں، یہ فون کی گھنٹی کسی کیس کی خبر دے رہی ہے...''

ادھر گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

''انکل اٹھالیں بسم اللہ پڑھ کر۔'' محمود بولا۔

وہ مسکرائے اور ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

''محمود، فاروق، فرزانہ اگر یہاں ہیں تو فوراً آئی جی صاحب کے دفتر پہنچ جائیں۔''

''اور ہمارے بارے میں کیا ہدایت ہے۔'' خان رحمان بولے۔

''اوہ! یہ تم ہو خان رحمان... میں سمجھا تھا... فون ظہور نے اٹھایا ہوگا، خیر تم لوگ بھی آجاؤ... اگرچہ معاملہ خطرناک ہے۔''

''تو کیا جمشید... ہم پہلے صرف بے خطر موقعوں پر جمع ہوتے رہے ہیں۔'' خان رحمان نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

''یار میں پریشان ہوں۔''

''وہ تو آواز سے نظر آرہا ہے... خیر ہم آرہے ہیں۔''

یہ کہتے ہوئے خان رحمان نے ریسیور رکھ دیا اور ان سے بولے۔

''جمشید نے ہم سب کو آئی جی صاحب کے دفتر بلایا ہے۔''

''دیکھا میں نے کہا تھا نا۔'' محمود اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

''دیکھ بعد میں لیں گے... پہلے وہاں چلتے ہیں۔'' فرزانہ بولی۔

''آج صبح سے میرا بایاں کان پھڑک رہا تھا، افسوس! میں نے اس کے پھڑکنے پر توجہ نہ دی۔'' فاروق نے برا سامنہ بنایا۔

''اگر توجہ دے دیتے تو کیا کر لیتے... کیا آئی جی صاحب کے دفتر جانے سے بچ جاتے۔'' فرزانہ مذاق اڑانے کے انداز میں بولی۔

پھر وہ خان رحمان کی گاڑی میں آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہوئے۔

آئی جی صاحب کے دفتر میں داخل ہوئے تو انسپکٹر جمشید حیرت کا بت بنے بیٹھے نظر آئے اور آئی جی صاحب دفتر میں موجود نہیں تھے۔

☆OOO☆

شاعری کا بھوت

"السلام علیکم جمشید! لگتا ہے، خیریت صاحبہ تشریف نہیں رکھتیں۔" خان رحمان بولے۔

"وعلیکم السلام! ہاں خان رحمان! یہی بات ہے اور شاید یہ میری زندگی کا حیرت انگیز ترین کیس ہے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو جلدی سے ہمیں تفصیل سنا دیں۔" محمود نے فوراً کہا۔

"آئی جی صاحب غائب ہیں، جب کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ یہاں موجود تھے اور مجھ سے فون پر بات کر رہے تھے... اچانک وہ زور سے چونکے تھے اور پھر فون بند ہو گیا۔ میں بلا کی رفتار سے کار چلاتا یہاں تک پہنچا تو وہ دفتر میں نہیں تھے۔ یہ دفتر کا وقت نہیں ہے، سب لوگ جا چکے ہیں، بس یہی بیٹھے کام کر رہے تھے، چپراسی تک کو انہوں نے جانے کے لیے کہہ دیا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح میں کرتا ہوں۔ جب ان کا فون آیا اس وقت میں بھی دفتر میں بالکل تنہا تھا اور کام میں مصروف تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، اب ہمیں آئی جی صاحب کو تلاش کرنا ہو گا۔"

"وہ تو خیر کرنا ہو گا، لیکن ایک اور مسئلہ بھی ہے اور اسی سلسلے میں غالباً انہیں

اغوا کیا گیا ہے۔"

"لیجیے اب ایک اور مسئلہ بھی آن پڑا... ابا جان کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم ایک وقت میں ایک مسئلے سے نبٹ لیں۔"

"نہیں!" وہ سخت لہجے میں بولے۔

"آپ نے کیا کہا، نہیں۔"

"ہاں! نہیں... جب دو مسئلے ایک ہی وقت میں شروع ہوں اور دونوں کا آپس میں تعلق بھی ہو، تو دونوں کو ایک ساتھ دیکھنا پڑے گا... اور ہمیں دو پارٹیوں میں تقسیم ہونا پڑے گا۔"

"چلیے ایسا کر لیتے ہیں، ہمیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"دوسری طرف معاملہ خطرناک ہے، اس لیے میں وہاں جاؤں گا... تم لوگوں کو یہاں چھوڑ دوں گا..."

"آپ کا مطلب ہے ہم خطرات سے ڈرتے ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"نہیں! میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے... میں جانتا ہوں، تم خطروں سے کھیلنے کے شوقین ہو، اس کے باوجود آج میں تم لوگوں کو وہاں نہیں بھیجوں گا۔"

"لیکن آخر کہاں... کیا ہے وہاں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"شاعری کا بھوت تو اپنے اوپر سوار کرنے کا پروگرام نہیں ہے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں بھوت کی شاعری کا پروگرام ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"آئی جی صاحب غائب ہیں۔" فرزانہ نے گویا یاد دلایا۔

"میں تم لوگوں کو ادھر کا قصہ بھی سنا دیتا ہوں تا کہ تم یہاں کے واقعے سے

تعلق پیدا کر کے آگے بڑھ سکو۔ ہمارے شہر میں آج کل ایک مجرم صاحب دندنا رہے ہیں، اس کا نام رانا گوما ہے، اس کے گروہ میں سات کارکن ہیں، یہ لوگ ڈاکے ڈالتے ہیں، آج تک ان میں سے کوئی ایک بھی پکڑا نہیں گیا۔ پھر مسئلہ یہ ہے کہ جہاں یہ واردات کرتے ہیں، وہاں قتل وغیرہ ضرور کرتے ہیں، گویا انسانی جانوں سے کھیلنے کا انہیں شوق ہے، اس طرح ان کی وارداتیں صرف ڈاکوؤں تک نہیں ہیں، لرزہ خیز وارداتیں بن جاتی ہیں، جن علاقوں میں اب تک وارداتیں ہو چکی ہیں... ان علاقوں کے پولیس آفیسر آج تک ان کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے... چنانچہ ابھی چند دن پہلے آئی جی صاحب نے یہ کیس میرے حوالے کیا ہے، جونہی کیس مجھے ملا، اس گروہ کے ایک شخص نے اکرام سے رابطہ قائم کر لیا، اس نے بتایا کہ وہ جرائم سے تنگ آچکا ہے اور اس کام کو چھوڑنا چاہتا ہے، اگر قانون اس کی مدد کرے تو وہ ہمارا ساتھ دے سکتا ہے یعنی باس کے پروگرام سے پہلے ہی ہمیں باخبر کر سکتا ہے، چنانچہ اس نے آج ہی یہ اطلاع دی ہے کہ اس کے باس کا پروگرام آج ملت گھرانے کے کسی گھر میں ڈاکا ڈالنے کا ہے، وقت بارہ بجے سے پہلے وہ کبھی ڈاکا نہیں ڈالتا، یہ اس کی عادت ہے، دوسرے یہ کہ خود سامنے نہیں آتا، سارا کام کارکنوں سے لیتا ہے... سو آج ہمیں بارہ بجے سے پہلے پہلے وہاں جانا ہے اور انتظامات کرنے ہیں... اس سلسلے میں خاص بات یہ ہے کہ ملت گھرانے میں سات گھر ہیں... وہ ایک بند کوچہ ہے، اس سے نکلنے صرف ایک ہی راستہ ہے، گویا آج ڈاکوؤں کو پکڑنا بہت آسان کام ہوگا، یہاں تک تو بات تھی ٹھیک، اکرام مجھے یہ پروگرام بتا رہا تھا کہ آئی جی صاحب کا فون آگیا، وہ بھی رانا گوما کے سلسلے میں پریشان تھے، انہوں نے ناراضی کے انداز میں کہا، آخر رانا گوما اب تک کیوں نہیں پکڑا گیا، میں انہیں آج کے پروگرام کے بارے میں بتانے لگا... اب حیرت انگیز بات سنو! جونہی میں نے ملت گھرانے کا نام لیا... آئی جی

صاحب چونک اٹھے، ساتھ ہی ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا... نہیں نہیں ... اور پھر فون بند ہوگیا۔

مجھے فوراً ادھر دوڑ لگانا پڑی... یہاں پہنچا تو آئی جی صاحب نہیں تھے اور یہاں کسی قسم کی گڑبڑ کے کوئی آثار نہیں ہیں، یوں لگتا ہے، جیسے کوئی ان کا بہت اچھا اور قریبی واقف یہاں اس وقت موجود تھا یا عین اس وقت یہاں پہنچا تھا جب وہ مجھ سے فون پر بات کر رہے تھے، ادھر میں نے ملت گھرانے کا ذکر کیا، ادھر شیخ صاحب چونکے، کیونکہ ملت گھرانے کا بھی کوئی فرد اس وقت یہاں آگیا تھا یا پہلے سے موجود تھا... اور وہ بھی غالباً اس لیے آیا تھا کہ کہیں آئی جی صاحب کے ذریعے اس کا سراغ نہ لگا لیا جائے۔"

"جی کیا مطلب؟ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اصل مجرم اس وقت یہاں موجود تھا... تت تو کیا... مجرم خود ملت گھرانے میں رہتا ہے۔" فرزانہ نے چونکتے ہوئے انداز میں کہا۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، تاہم ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں، جب آپ یقین سے کچھ کہہ سکیں، بتا دیجیے گا، ہم پوچھ لیں گے۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی؟"

"اب تمہارے ذمے آئی جی صاحب کا سراغ لگانا ہے اور میرے ذمے رانا گوما کو گرفتار کرنا، لہٰذا میں تو چلا... ہاں تم میں سے کوئی میرے ساتھ آنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر نفی میں سر ہلا دیے۔ محمود نے کہا، ہم آئی جی صاحب کا سراغ لگانا پسند کریں گے، ہو سکتا ہے، ان کا

اگر انہیں مجرم لے گیا ہے، تب اس

سراغ لگاتے لگاتے مجرم تک پہنچ جائیں... اس بات کا امکان ہے۔''

''ہاں! کیوں نہیں... اچھا تو پھر میں چلا... اس وقت تک کسی کو بھی آئی جی صاحب کے غائب ہو جانے کی اطلاع نہیں ہے... بہتر ہوگا، یہ خبر نہ ہی پھیلے۔''

''ہم کوشش کریں گے۔''

اور پھر انسپکٹر جمشید وہاں سے رخصت ہو گئے... ان کے جانے کے بعد ایک دو منٹ تک خاموشی طاری رہی، آخر محمود نے کہا۔

''یوں خاموش رہ کر تو ہم ان کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''تمہارا مطلب ہے... ہم باتیں کر کے ان کا سراغ لگا لیں گے۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اب تم سے کون مغز مارے۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''بس لگا چکے ہم سراغ انکل آئی جی صاحب کا۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''اگر لگا چکے تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''آخر یہاں کسی گڑبڑ کے آثار کیوں نہیں ہیں، آئی جی صاحب... مجرم کے ساتھ اس قدر آسانی سے کیسے چلے گئے۔'' خان رحمان نے پُرزور لہجے میں کہا۔

''ہاں! یہ بات ہے غور کے قابل۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''روکا کس نے ہے، کر لو غور سب بلکہ میں تو کہتا ہوں، تھوک کے حساب سے غور کر لو۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''تم کچھ دیر کے لیے خاموش نہیں رہ سکتے۔''

''ہاں! کیوں نہیں رہ سکتا ہوں، بتاؤ... کتنی دیر کے لیے خاموشی اختیار کروں۔''

''حد ہو گئی... توبہ ہے تم سے...'' محمود اور فرزانہ ایک ساتھ بول اٹھے۔

پروفیسر داؤد اور خان رحمان مسکرانے لگے، ایسے میں پروفیسر داؤد کی آنکھوں میں بے پناہ خوف دوڑ گیا۔ وہ بے تحاشہ چلا اٹھے۔

''بھاگو... یہاں بم ہے۔''

ساتھ ہی وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے... انہوں نے بھی نکلنے میں دیر نہ لگائی... جب دفتر سے کافی دور آ گئے، تب خان رحمان نے کہا۔

''پروفیسر صاحب! آپ کو وہم تو نہیں ہوا۔''

''افسوس... صد افسوس۔'' پروفیسر داؤد کے منہ سے نکلا۔

''آپ کس بات پر افسوس کر رہے ہیں، ہمیں بھی بتا دیں تا کہ آپ کے ساتھ ہم بھی افسوس کر سکیں۔'' فاروق نے پریشان ہو کر کہا۔

''وہ... جب میں بھاگ کر باہر آیا تھا، عین اس وقت میں نے کمرے میں ایک چیز دیکھی تھی... اور وہ یقیناً مجرم کی تھی... کیونکہ آئی جی صاحب اس چیز کو استعمال نہیں کرتے۔''

''اور... اور وہ کیا تھی۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''جلدی بتا دیں انکل... میں اٹھا لاتا ہوں جا کر۔'' محمود نے بلند آواز میں کہا۔

''پاگل ہو گئے ہو۔''

''لیکن ابھی تک آپ کا بم نہیں پھٹا۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''میرا کیوں ہوتا... ہوگا تمہارا۔'' پروفیسر داؤد بڑی بوڑھیوں کے انداز

میں بولے۔

اور وہ ان حالات میں بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

''لیکن انکل... ہم اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتے۔'' فرزانہ بے تابانہ انداز میں بولی۔

''اس چیز کے لیے جان کا خطرہ بھی تو مول نہیں لیا جاسکتا۔'' پروفیسر داؤد پرسکون انداز میں بولے۔

''گویا آپ کو یقین ہے... بم پھٹے گا۔''

سو فیصد! میری گھڑی میں ایک آلہ فٹ ہے... اس آلے کا اشارہ غلط نہیں ہوسکتا۔''

''اتنی دیر میں تو ہم وہ چیز اٹھا بھی لاتے۔''

''لیکن خطرہ زبردست ہے'' پروفیسر داؤد بولے۔

''آپ اس چیز کا نام بتادیں اور یہ کہ وہ کہاں پڑی ہے۔''

''افسوس! میں نہیں بتا سکتا۔'' انہوں نے برا سامنہ بنایا۔

''لیکن کیوں... کیوں نہیں بتا سکتے؟''

''اس لیے کہ مجھے تم بہت عزیز ہو، ہم اگر اس چیز کو حاصل نہیں کرسکیں گے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کے ذریعے ہم مجرم تک نہیں پہنچیں گے تو کیا ہوا، وہ تو ہم کسی اور طرح پہنچ جائیں گے۔ پہنچتے ہی رہتے ہیں، لیکن اس چیز کی خاطر خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا، ہاں کوئی انسان وہاں پھنس گیا ہوتا تو اسے نکالنے کے لیے ضرور میں تم سے کہتا۔''

''مطلب یہ کہ آپ نہیں بتائیں گے، وہ کیا چیز ہے۔'' محمود بے قراری کے عالم میں بولا۔

''بتاؤں گا لیکن دھماکے کے بعد۔''

''اور دھماکے کے دور دور تک...'' فاروق کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔

اسی وقت کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا تھا۔

☆OOO☆

ڈائری

انسپکٹر جمشید ملت گھرانے کے باہر پہنچے ہی تھے کہ اکرام تیر کی طرح ان کی طرف آیا۔

"کیا خبر ہے سر؟" اس کے لہجے سے شدید بے چینی ظاہر تھی۔

"آئی جی صاحب کا کوئی پتا نہیں، محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحب کو وہاں چھوڑ آیا ہوں......"

"اوہ... اوہ۔" اکرام کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا۔

"کیا بات ہے، تمہارے ہوش کیوں اڑے ہوئے ہیں۔"

"تھوڑی دیر پہلے ہی رومی بھولا نے فون کیا تھا، اس کے باس نے اس سے کہا تھا ہمیں فون کرنے کے لیے۔"

"فون پر اس نے کیا کہا؟"

"یہ کہ ملت گھرانے سے دو کلومیٹر دور چلے جائیں، ورنہ آئی جی صاحب زندہ نہیں ملیں گے، وہ باس کے قبضے میں ہیں۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"اب... اب کیا کریں سر۔"

"اگر ہم یہاں سے دو کلومیٹر دو ہٹتے ہیں، تو وہ واردات کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، نہیں ہٹتے تو وہ خونخوار قسم کا مجرم تو ہے ہی، ڈاکے ڈالنے کے لیے اپنے آدمیوں کو جہاں بھیجتا ہے، وہاں خون ریزی ضرور کرتا ہے، اس لیے اس سے کیا بعید... آئی جی صاحب کو نقصان نہ پہنچا دے۔" اکرام نے کہا۔

"اور دو کلومیٹر دور جانے کی صورت میں بھی تو کوئی آدمی جان سے جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں! یہ بھی ہے۔" اکرام نے سر ہلایا۔

"مطلب یہ کہ اس مجرم نے اپنا جال ہمارے گرد اس بری طرح بُنا ہے کہ ہم پھنس کر رہ گئے ہیں۔"

"تب تو ہمیں غور کرنا ہوگا... ارے ہاں ایک صورت ہے۔" وہ چونکے۔

"اور وہ کیا سر۔" اکرام فوراً بولا۔

"رانا گو مارات کے بارہ بجے سے پہلے واردات نہیں کرتا... اس وقت تک ہم آئی جی صاحب تک پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم واپس دفتر چلتے ہیں... ان کے کمرے سے کوئی نہ کوئی سراغ تو مل ہی جائے گا... بس پھر ہمارا کام آسان ہے۔"

"بہت خوب سر... اس وقت یہی تجویز مناسب ترین ہے۔"

"آؤ پھر چلیں... تم اپنے ماتحتوں کو یہیں رہنے دو... ان سے کہو، وہ عمارت سے دو کلومیٹر دور چلے جائیں۔"

"جی اچھا۔"

اکرام انہیں ہدایات دینے کے لیے چلا گیا... اسی وقت ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے موبائل آن کیا تو دوسری طرف سے محمود کہہ رہا تھا:

"ابا جان! آئی جی صاحب کا دفتر بم دھماکے سے اڑ گیا۔"

"کیا!!!" ان کے منہ سے چیخنے کے انداز میں نکلا۔

اکرام دوڑ کر ان کی طرف آیا۔

"کیا ہوا سر۔"

"مجرم نے اپنے خلاف کوئی سراغ نہیں چھوڑا۔"

جی... کیا مطلب؟" وہ بری طرح چونکا۔

"آئی جی صاحب کا دفتر بم دھماکے سے اڑا دیا ہے اس نے... آؤ اکرام چلیں، ہم اس سے کہیں زیادہ خطرات میں گھرے ہیں جیسا کہ خیال کر رہے ہیں... اللہ اپنا رحم فرمائیں۔"

اب دونوں جیپ میں دفتر کی طرف روانہ ہوئے... وہاں پہنچے تو ملبے کا ایک بڑا ڈھیر ان کا منہ چڑا رہا تھا، باقی لوگ ان کے قریب چلے آئے۔

"افسوس! اب ہم مجرم کے خلاف کوئی سراغ نہیں پا سکیں گے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے... اگرچہ کمرے میں ایک چیز تھی۔" محمود نے کہا۔

"کیا مطلب... کیا چیز تھی۔"

"جونہی مجھے بم کا احساس ہوا، میں انہیں لے کر باہر کی طرف دوڑ پڑا، لیکن کمرے سے نکلتے ہوئے میری نظر ایک لائٹر پر پڑی... آئی جی صاحب تو سگریٹ یا سگار پیتے نہیں ظاہر ہے، وہ مجرم کا تھا... لیکن بم کے خوف نے ہمیں وہ لائٹر نہ اٹھانے دیا..."

"جب کہ ہمیں اس لائٹر کی شدید ضرورت تھی۔" انسپکٹر جمشید نے افسوس کے لہجے میں کہا۔

"جی... وہ کیسے۔" تینوں نے ایک ساتھ بو

اب انہوں نے ملت گھرانے کی صورت حال انہیں بتائی، مارے فکر کے ان کا برا حال ہو گیا، وہ بول اٹھے۔

"اب کیا ہو گا۔"

"مجرم نے ہمیں دھمکی دی ہے... اگر ہم ملت گھرانے سے دو کلو میٹر دور نہ ہٹ گئے تو وہ آئی جی صاحب کو ہلاک کر دے گا۔ ان حالات میں ہم وہاں کیسے جا سکتے ہیں... پھر ہمیں تو یہ معلوم ہی نہیں کہ آئی جی صاحب کہاں ہیں۔"

"باپ رے... یہ تو جمشید بہت زیادہ خوفناک حالات ہیں۔"

"ہاں! اور یہ اس لیے کہ ہمارا مقابلہ رانا گوما سے ہے... وہ ضرور بہت گھاگ مجرم ہے۔"

"یہ گھاگ کیا ہوتا ہے، ابا جان۔" فاروق نے پوچھا۔

"یار چپ رہو۔" محمود نے اسے جھڑک دیا۔

"حد ہو گئی... اب میں کسی لفظ کا مطلب بھی نہ پوچھوں۔"

"ہمیں کچھ کرنا ہو گا... اور یہ فرزانہ بتائے گی... کہ کیا کرنا ہو گا۔ ہمارے پاس وقت بھی کم ہے... بارہ بجے سے پہلے پہلے ہمیں آئی جی صاحب تک پہنچنا ہے۔"

"چلو پھر فرزانہ... بتاؤ۔" محمود نے فوراً کہا۔

"سوچ رہی ہوں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

پھر واقعی سوچ میں گم ہو گئی، آخر اس نے سر ابھارا۔

"میک اپ..." وہ بولی۔

"کیا مطلب؟"

"ہم میک اپ میں وہاں جا سکتے ہیں۔ ان سات گھروں میں سے کسی

ایک گھر میں مہمان بن کر جا سکتے ہیں۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

''عجیب بے وقوف ہو۔'' محمود جھلا اٹھا۔

''وضاحت کرو۔'' فرزانہ اس پر الٹ پڑی۔

''ان سات گھروں میں کون کون رہتا ہے... ہمیں نہیں معلوم... آخر ہم کس گھر میں جائیں گے۔''

جواب میں فرزانہ مسکرائی، پھر بولی۔

''آئی جی صاحب کے گھر سے پوچھ لیتے ہیں، وہاں ان لوگوں کا کون ملنے والا ہے۔''

''اور اسی ملنے والے نے تو نہیں اغوا کیا ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''تب تو ہمارا کام آسان ہو گیا۔'' انسپکٹر جمشید پر جوش انداز میں بولے۔

پھر انہوں نے آئی جی صاحب کے گھر کے نمبر ملائے، ان کی بیگم کی آواز سن کر وہ بولے۔

''انسپکٹر جمشید عرض کر رہا ہوں...''

''شیخ صاحب تو ابھی تک نہیں آئے...''

''اوہو اچھا۔'' وہ انجان بن کر بولے۔ پھر جلدی سے کہا:

''خیر کوئی بات نہیں... جو بات ان سے پوچھنا تھی، آپ سے بھی پوچھی جا سکتی ہے۔''

''جمشید بھائی... آپ جانتے ہیں، میں سراغ رسانی معاملات سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ ہنسیں۔

''بالکل جانتا ہوں... آپ صرف یہ بتا دیں... ملت گھرانے میں کون سے گھرانے سے آپ کے تعلقات ہیں۔''

''ملت گھرانہ... میرا خیال ہے... میں یہ نام زندگی میں پہلی بار سن رہی ہوں۔''

''اچھا خیر... شیخ صاحب کی گھر والی ڈائری میں دیکھ کر بتا دیں... وہاں ملت گھرانے کا نمبر وغیرہ لکھا ہو گا۔''

''اچھی بات ہے... لیکن معاملہ کیا ہے اور یہ شیخ صاحب آج اب تک گھر کیوں نہیں آئے؟''

''وہ کہیں مصروف ہوں گے... مجھے معلوم نہیں کہ کہاں، ہاں تو آپ...''

''اچھا! ابھی دیکھتی ہوں۔''

وہ لگے انتظار کرنے... ایک منٹ گزر گیا... دو منٹ گزر گئے پھر تین منٹ گزر گئے... لیکن بیگم نثار احمد فون پر نہ آئیں۔

اب تو ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے، وہ بڑبڑائے۔

''ڈائری دیکھنے میں اتنا وقت تو نہیں لگ سکتا تھا۔''

''ہو سکتا ہے، انہیں ڈائری نہ مل رہی ہو۔''

اس صورت میں انہیں فون پر بتانا چاہیے تھا...''

''آپ ان کا دوسرا نمبر ڈائل کریں... گھنٹی بجے گی تو فون کی طرف آئیں گی۔''

''ٹھیک ہے۔''

انسپکٹر جمشید نے ان کا دوسرا نمبر ڈائل کیا... گھنٹی بجتی رہی، لیکن کسی نے ریسیور نہ اٹھایا۔

''کیا آج بیگم صاحبہ کے علاوہ گھر میں اور کوئی نہیں ہے۔'' وہ بولے۔

پھر وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

''آؤ بھئی چلیں، خطرہ بڑھتا جا رہا ہے... یہ شخص رانا گویا پاگل ہو گیا ہے۔''

ہمارا ہر راستہ بند کیے دے رہا ہے... گویا اس پر بس ایک بھوت سوار ہے... اور وہ یہ کہ ہم اس تک نہ پہنچ پائیں...''

پھر وہ خان رحمان کی بڑی گاڑی میں آئی جی صاحب کے دروازے تک پہنچے... دروازہ اندر سے بند نہیں تھا، وہ بے تحاشہ اندر داخل ہو گئے... ادھر ادھر دوڑ کر انہوں نے گھر کا جائزہ لیا۔

شیخ نثار احمد کے کمرے میں بیگم نثار احمد بے ہوش پڑی تھیں اور لمبے لمبے سانس لے رہی تھیں۔

''اللہ اپنا رحم کرے... وہ تو یہاں بھی اپنا کام کر گیا۔'' خان رحمان نے پریشان ہو کر کہا۔

اب انہوں نے بیگم نثار احمد کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کی۔ آخر انہوں نے آنکھیں کھول دیں، انہیں دیکھ کر وہ زور سے چونکیں۔

''کیا ہوا تھا... آپ بے ہوش کیسے ہو گئیں۔''

''میں ڈائری دیکھنے کے لیے ان کے کمرے میں آئی ہی تھی کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔ انداز شیخ صاحب کا تھا، چنانچہ میں اس طرف دوڑ پڑی۔ جونہی میں نے دروازہ کھولا... وہ اندر آ گیا، اس نے مجھے ایک زبردست دھکا دیا، میں فرش پر گر پڑی... پھر اس نے میرے ناک پر ایک رومال رکھ دیا اور میں بے ہوش ہو گئی۔''

''لیکن آپ ہمیں اسی کمرے میں پڑی ملی ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''وہ صحن سے یہاں ڈال گیا ہو گا۔''

''اس کا مطلب ہے... وہ ڈائری لے گیا۔''

''ڈ... ڈائری۔'' ان کے منہ سے نکلا... پھر وہ زور سے اچھلیں۔

☆○○○☆

بھاگو بم

''کک... کیا ہوا؟''

''وہ... وہ غلط ڈائری لے گیا... ان کے دوست احباب اور ملاقاتیوں کی ڈائری تو وہ رہی الماری میں۔''

''وہ مارا۔'' انسپکٹر جمشید بولے، پھر انہوں نے لپک کر ڈائری الماری سے نکال لی۔

''اور وہ کون سی ڈائری لے گیا؟'' فرزانہ نے بے تابانہ انداز میں پوچھا۔

''دفتری معاملات کی... جو انہیں گھر پر کرنا ہوتے ہیں۔''

''خوب۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

انسپکٹر جمشید نے بے چینی کے عالم میں ڈائری کے ورق الٹے، پھر یہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے کہ اس میں سے چند اوراق پھاڑ لیے گئے تھے۔

''افسوس! وہ ڈائری کے اوراق پھاڑ کر لے گیا۔''

''اوہ... اوہ۔'' وہ بولے۔

''لیکن پھر وہ دفتری ڈائری کیوں لے گیا۔''

''ہو سکتا ہے... اس میں بھی اس کا نام ہو... اور تلاش کرنے پر نام مل نہ

سکا ہو، لہٰذا وہ ڈائری ساتھ لے گیا، اس میں سے ورق لے گیا۔

"خیر کوئی بات نہیں... اب وہ میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا، جس تیزی سے وہ حرکت میں آرہا ہے... اس سے ضرور غلطی پر غلطی ہوگی... اس ڈائری پر اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور ہوں گے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں... بھلا اس نے دستانے کیوں نہیں پہنے ہوں گے۔"

"اگر اس نے دستانے پہنے ہوئے تھے، تب بھی آخر وہ اس گھر میں داخل ہوا ہے... اور اس کے قدموں کے نشانات..."

"اوہو... جمشید بھاگو... وہ یہاں بھی بم رکھ گیا ہے۔"

"کیا... نہیں..." وہ ایک ساتھ چیخے۔

پھر سب کے سب بے تحاشہ باہر کی طرف دوڑے، باہر... جمشید نے محسوس کیا... بیگم نثار پیچھے رہ جاتی ہیں، تو انہوں نے ان کا بازو پکڑا، اس طرح دوڑے کہ بیگم نثار احمد کے قدم بھی زمین سے اٹھ اٹھ گئے۔

اس طرح وہ گھر سے باہر آگئے... لیکن وہ وہاں ٹھہرے نہیں... آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے... پھر انسپکٹر جمشید کو ایک خیال آیا... دائیں بائیں والے گھروں کے دروازے پر گئے اور بے تابانہ انداز میں گھنٹی کے بٹن دبا دبا کر چلائے۔

"باہر نکل آئیں... بم پھٹنے والا ہے۔"

ان کی آواز اندر تک پہنچ گئی... اس طرح آس پاس کے گھروں سے بھی لوگ نکل آئے، اب سب ان گھروں سے کافی فاصلے پر آگئے۔ انسپکٹر جمشید نے پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"کیا خیال ہے... اتنا فاصلہ کافی ہے۔"

"ہاں کافی ہے..." وہ بولے۔

"اور بیگم صاحبہ... آپ کے گھر کے باقی افراد کہاں ہیں۔"

"باقی افراد آج ایک شادی میں گئے ہوئے ہیں، میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس لیے میں نہیں گئی۔"

"یہ کس نے آواز دی تھی... کہ بم پھٹنے والا ہے۔" بائیں طرف کے پڑوسی نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"جی... میں نے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر آپ نے ہمیں بلاوجہ پریشان کیا..."

"بم آپ لوگوں کے گھروں میں نہیں ہے... شیخ نثار احمد صاحب کے گھر میں ہے۔"

"یہ بات بھی درست نہیں ہے... آخر وہ پھٹا کیوں نہیں۔"

"اگر آپ لوگ گھروں سے کچھ دیر کے لیے باہر آگئے ہیں تو اس میں کیا ہوا ہے، کیا نقصان ہو گیا آپ کا۔" خان رحمان نے انہیں گھورا۔

"خوف زدہ تو ہوئے ہیں نا..."

"لیکن بلاوجہ نہیں ہوئے۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"اب ایسی خبریں بلاوجہ اڑائی جاتی ہیں... بھاگو یہاں بم ہے... بھاگو بم پھٹنے والا ہے... بھاگو بم۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا، انہوں نے آئی جی صاحب کے گھر کے ساتھ دائیں بائیں کے گھروں کی دیواروں کو بھی اڑتے دیکھا۔

اب تو دائیں بائیں والوں کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔ انہوں نے شرم سار انداز میں انسپکٹر جمشید وغیرہ کی طرف دیکھا، لیکن وہ تو اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے، کیونکہ یہاں کھڑے رہنے کا اب کوئی فائدہ نہیں تھا اور ان کے شرمندہ چہروں کی طرف دیکھ کر مزید شرمندہ کرنا انہیں پسند نہیں تھا، بیگم شیخ نثار احمد کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا، انہیں گھر چھوڑا اور خود باہر نکل آئے۔ ان کے پاس وقت اب اور کم رہ گیا تھا۔ مجرم ہر قدم پر خوفناک انداز میں ثبوت مٹاتا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا، اس پر شدید بوکھلاہٹ طاری ہو چکی تھی۔

''اب ہمیں فوراً حرکت میں آنا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے... اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔'' فرزانہ بول اٹھی۔

''اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے، جلدی بتاؤ۔'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

''ہم چھے ہیں، انکل اکرام کو شامل کر لیا جائے تو سات ہو جائیں گے، ہم ساتوں ریڈی میڈ میک اپ کر لیتے ہیں، اس میں کوئی وقت ضائع نہیں ہوگا.. اور ساتوں گھروں میں ایک ایک فرد داخل ہو جائے۔''

''اس میں شک نہیں... ترکیب اچھی ہے... لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم داخل کس طرح ہو جائیں۔''

''مجرم ساتوں گھروں میں تو ہے نہیں... صرف ایک گھر میں ہے، باقی چھے گھروں میں کسی بہانے سے داخل ہونا کیا مشکل ہے... ہم لوگ بہانا بنانے میں کچھ کم ماہر تو نہیں ہیں... کسی اجنبی کو دیکھ کر صرف مجرم چونکے گا... اور شاید وہی اپنے گھر میں ہم میں سے ایک کو داخل نہیں ہونے دے گا... تو یہ تو اور اچھا ہے... اور یہ

سب ہمیں اس لیے کرنا پڑ رہا ہے کہ آئی جی شیخ نثار احمد مجرم کی قید میں ہیں، ورنہ ان ساتوں گھروں پر قبضہ کر کے تفتیش کر سکتے تھے اور مجرم چٹکی بجاتے ہی پکڑا جا سکتا تھا۔''

''ہوں... واقعی فرزانہ کی ترکیب پر عمل کرنا ہوگا۔''

''لیکن سات بہانے کیا ہوں گے۔'' خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

وہ مسکرا دیے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''ہر آدمی اپنا بہانا خود سوچے... میں ریڈی میڈ میک اپ شروع کر رہا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد وہ ملت گھرانے کے نزدیک گاڑی سے ایک ایک کر کے اتر چکے تھے اور پھر وقفے وقفے سے ایک ایک آدمی ایک گھر کی طرف جاتا نظر آیا۔

☆OOO☆

ایک انوکھی خبر

خفیہ آلے پر ایک آواز ابھری۔

''ہیلو رومی بھولے... کیا رپورٹ ہے۔''

''تسلی بخش باس! ان لوگوں نے میری بات پر یقین کر لیا اور انہیں یقین ہے کہ میں جرائم سے نفرت کرنے لگا ہوں، لہٰذا آپ کا ساتھ چھوڑنا چاہتا ہوں، اس لیے یہ خبر دے رہا ہوں... چنانچہ اب یہ لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، اس خیال کے تحت کر رہے ہیں کہ رات کو بارہ بجے حملہ ہوگا۔''

''اور تمہارا کیا خیال ہے۔' آلے سے آواز ابھری۔

''میرا خیال ہے، آج واردات نہیں ہوگی... یہ تو آپ نے انہیں الجھانے کے لیے کیا ہے۔''

''بالکل ٹھیک، کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو، اب انسپکٹر جمشید کیا کرے گا۔''

''نہیں باس! بھلا میں کیسے اندازہ لگا سکتا ہوں... میں اس معاملے میں بالکل اناڑی ہوں، میں تو بس وہ کرتا ہوں، جس کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں، میں اپنی عقل سے کام لے کر کوئی قدم نہیں اٹھاتا، میں جانتا ہوں، اگر میں ایسا کروں گا اور میرا کوئی قدم غلط اٹھ گیا تو آپ مجھے دوسرا قدم نہیں اٹھانے دیں گے۔''

''اچھا خیر! میں اندازہ لگا سکتا ہوں، اب وہ ملت گھرانے کو گھیرے میں لیں گے، پروگرام ترتیب دیں گے کہ ہم واردات نہ کر پائیں اور ایسے ہی گرفتار ہو جائیں... لیکن بھولے! میں انہیں ملت گھرانے کو گھیرنے نہیں دوں گا۔''

''یہ... بھلا یہ کیسے ممکن ہے، باس، ان کے پاس قانون کی طاقت ہے۔''

''اس طاقت کو پہلے میں اپنی مٹھی میں لوں گا... اور یہ کام خود مجھے باہر نکل کر کرنا ہوگا... اگرچہ میں تو کوئی کام نہیں کرتا... لیکن انسپکٹر جمشید کی خاطر آج ایسا کرنا ہوگا۔''

''یعنی آپ کیا کریں گے؟'' بھولے کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بس یہ نہ پوچھو... بلکہ یہ پوچھو... جب انسپکٹر جمشید اور اس کے بچے اور ماتحت مجبور ہو جائیں گے... تب وہ کیا کریں گے...''

''وہ... وہ کیا کریں گے باس۔''

''ان گھروں میں... یعنی ملت گھرانے میں خفیہ طور پر داخل ہونے کی کوشش کریں گے... اور شاید ان میں سے ایک ایک، ایک ایک گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا... دراصل ان کا خیال ہے... میں ابھی ملت گھرانے کے ایک گھر میں رہتا ہوں۔''

''اوہو... اچھا... انہوں نے یہ خیال کیسے قائم کر لیا۔''

''تم ان کی بات چھوڑو... یہ بتاؤ... میں ملت گھرانے میں رہتا ہوں یا نہیں۔''

''مم... میں بتاؤں... باس میں۔''

''ہاں! تم!''

''نہیں باس... مجھے نہیں معلوم... آپ کہاں رہتے ہیں۔''

''اچھا تو سنو، ان کا خیال بالکل درست ہے، میں ملت گھرانے میں سے ایک گھر میں ہی رہتا ہوں... گویا میں ان سات میں سے ایک ہوں جو ملت گھرانے میں رہتے ہیں... اور آج میں انسپکٹر جمشید اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کروں گا... وہ آئیں گے... ضرور آئیں گے... وہ آنے پر مجبور ہو جائیں گے... اور پھر آئے گا مزہ۔'' یہ کہہ کر وہ ہنسا۔

''لیکن کیسے... آخر کیسے... وہ کیوں آئیں گے۔''

''یہ بس یہ نہ پوچھو... یہ پوچھو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔''

''جی ہاں... ضرور بتائیں... ہمیں کیا کرنا ہے۔''

اپنے سات کے سات ساتھیوں کو یہ ہدایات دے دو...''

ساتھ ہی اس کی آواز بہت دھیمی ہو گئی... اب رومی بھولا بجی بہت مشکل سے اس کی بات سمجھ پا رہا تھا... آخر باس نے بات ختم کی اور پوچھا:

''سمجھ گئے۔''

''جی... جی ہاں... آپ فکر نہ کریں۔ ایسا ہی ہوگا۔''

''چلو ٹھیک ہے، مزہ رہے گا۔'' باس نے خوش ہو کر کہا، ساتھ ہی آلہ بند ہو گیا... رومی بھولا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے ایک دوسرا آلہ نکالا، اس پر اپنے چھے ساتھیوں کو باس کا حکم سنانے لگا۔

☆OOO☆

رانا گوما

ملت گھرانے کے ایک دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازے پر شیخ اسحاق نام لکھا ہوا تھا... جلد ہی دروازہ کھلا...

''جی فرمائیے۔''

دروازہ کھولنے والا ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ سر کے بال سفید تھے۔

''میرا نام محمود ہے۔'' محمود اتنا کہہ کر رک گیا۔

''اچھا تو پھر؟'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''آپ شیخ اسحاق ہیں نا۔''

''ہاں بالکل۔'' اس کے منہ سے نکلا۔

''میرے پاس آپ کے لیے ایک انوکھی خبر ہے...''

''انوکھی خبر... میں سمجھا نہیں۔''

''میں باہر کھڑے رہ کر وہ خبر آپ کو نہیں سنا سکتا... ہو سکتا ہے، کوئی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اور نقصان کی زد میں آپ بھی آ جائیں، کیا یہ ممکن نہیں ہو گا کہ ہم اندر بیٹھ کر بات کریں۔''

''آپ نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا... خیر آئیے۔''

اور شیخ اسحاق اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ محمود نے دیکھا... ڈرائنگ روم قیمتی چیزوں سے سجا ہوا تھا۔

"ہاں اب بتائیں... وہ کیا خبر ہے... اور آپ کون ہیں... دیکھنے میں تو آپ کسی سکول کے طالب علم لگتے ہیں۔"

"اس میں شک نہیں،" وہ مسکرایا۔

"تب پھر آپ چندہ مانگنے کے لیے آئے ہیں۔" شیخ اسحاق کا منہ بن گیا۔

"آپ کا خیال درست نہیں... میں تو طالب علموں کو چندہ دینے والوں میں سے ہوں۔" محمود مسکرایا۔

"خیر... بتائیے، معاملہ کیا ہے۔" اس نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ نے رانا گوما کا نام سنا ہے۔"

"ارے باپ رے۔" وہ خوف زدہ انداز میں اچھلا۔

"اس کا مطلب ہے... آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں۔"

"سارا شہر جانتا ہے، اخبارات میں آئے دن اس کی لرزہ خیز وارداتوں کی خبریں پڑھتا ہوں۔"

"آج وہی رانا گوما... ملت گھرانے میں سے کسی ایک میں واردات کرے گا۔"

"کیا... نہیں۔" وہ بری طرح اچھلا، مارے خوف کے اس کے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔

محمود نے اس لمحے اسے بہت غور سے دیکھا... وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ڈراما تو نہیں کر رہا، کیونکہ اگر وہ خود رانا گوما تھا تو اس وقت وہ ضرور ڈراما کرتا، تاہم محمود اندازہ نہ لگا سکا...

"یہ... یہ آپ نے کیا کہا۔"

"جو بات ہے، بس وہی کہی ہے... اب اگر آپ کہتے ہیں تو میں چلا جاتا ہوں، آپ جانیں... اور رانا گوما جانے۔"

"میں کیوں جانوں... میں ابھی پولیس کو فون کیے دیتا ہوں۔"

"اس سے کچھ نہیں ہوگا... آج رات پولیس ملت گھرانے کا رخ نہیں کرے گی۔"

"کیوں نہیں کرے گی... کیا پولیس لوگوں کے جان و مال کی محافظ نہیں ہے۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"رانا گوما نے جال کچھ اس طرح پھیلایا ہے کہ کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ اس وقت ہمارے آئی جی شیخ نثار احمد اس کے قبضے میں ہیں۔"

"کیا... کیا مطلب... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ اور زیادہ خوف زدہ ہوگیا۔

"جو بات ہے، وہی بتا رہا ہوں۔"

"لیکن آپ کون ہیں..."

"میں محمود ہوں... انسپکٹر جمشید کا بیٹا! آپ کی حفاظت کے لیے آپ کے گھر آیا ہوں... اب آپ چاہیں تو مجھے اپنے گھر میں ٹھہرنے کی اجازت دے دیں... اور پسند نہ کریں تو میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔"

"نن نہیں... نہیں... چلے جائیں آپ کے دشمن... آپ کیوں جائیں گے بھلا... دوسروں کی خاطر آپ لوگ اپنا سب کچھ قربان کرتے پھر رہے ہیں اور ہم آپ لوگوں کو گھر میں ٹھہرنے بھی نہ دیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے... ایسا تو کوئی عقل کا اندھا ہی کر سکتا ہے۔"

"چلیے ٹھیک ہے... آپ سمجھدار انسان ہیں... اب آپ سب سے پہلا کام یہ کریں گے کہ گھر کے تمام دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ اندر سے بند کرلیں اور

مجھے اپنا پورا گھر دکھا دیں تاکہ میں اندازہ لگا سکوں... رانا گوما کے آدمی اگر اس طرف آئیں گے تو کس راستے سے آئیں گے۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ وہ یہیں آئیں۔"

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا... رانا گوما اگر کہیں ڈاکا ڈالتا ہے تو ظاہر ہے... وہ گھرانا بہت دولت مند ہوتا ہے، غریب گھرانے سے اسے کیا ملے گا بھلا۔"

"ہوں... بات تو ٹھیک ہے۔"

"اب آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں... کیا آپ ملت گھرانے میں سب سے زیادہ مال دار ہیں۔"

"نہیں... ملت گھرانے میں تو ایک سے ایک مال دار ہے۔"

"تب یہ ضروری نہیں کہ وہ ادھر آئے... لیکن ہمیں حفاظتی انتظامات تو کرنا ہوں گے۔"

"کیا بات ہے... بھائی صاحب۔" ایک آواز ابھری۔

وہ چونک اٹھے... انہوں نے دیکھا... پینتیس چالیس سال کی عمر کا ایک آدمی اندر داخل ہو رہا تھا... اس پر نظر پڑتے ہی شیخ اسحاق کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔

"آپ... آپ کون ہیں؟"

"کیا مطلب... کیا یہ آپ کے گھر کے فرد نہیں ہیں۔"

"ن... نہیں۔"

محمود نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆OOO☆

کام کی بات

پروفیسر داؤد نے ملت گھرانے کے دوسرے دروازے پر اس وقت دستک دی جب محمود اندر جا چکا تھا۔ ایک منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک عورت کی آواز سنائی دی۔

"کون صاحب؟" عورت اوٹ میں تھی۔

"میرا نام داؤد احمد ہے، میرے پاس آپ کے گھرانے کے لیے ایک اہم خبر ہے۔"

"کیسی خبر..." عورت نے حیران ہو کر کہا۔

"میں اندر آ کر بتا سکتا ہوں۔"

"میرے شوہر سو چکے ہیں، بچے بھی سو رہے ہیں، میں کیسے..."

"محترمہ! آپ کا سارا گھرانہ خطرے میں ہے، میں آپ کے بھلے کے لیے آیا ہوں اور آپ مجھے باہر سے ہی ٹال دینا چاہتی ہیں۔"

"کیا کہا آپ نے... خطرے میں ہے... ہمارا گھر۔"

"ہاں! بالکل یہی بات ہے۔"

"اچھی بات ہے... اندر آ جائیں، میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول رہی

[illegible] میں اپنے شوہر کو [illegible] ہوں... آپ اس میں بیٹھ جائیں...

''اچھی بات ہے، لیکن ذرا جلدی کریں۔''

انہوں نے بیرونی دروازے کے ساتھ ہی بائیں طرف ایک کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی، پھر عورت کے قدموں کی آواز سنی، گویا وہ اپنے شوہر کو جگانے اندرونی حصے میں جا رہی تھی۔ پروفیسر داؤد اندر داخل ہوئے اور ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔

جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دی... پھر ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا، اس کی آنکھوں میں نیند کا اثر صاف نظر آ رہا تھا۔

''معاف کیجیے گا... میں نے آپ کو زحمت دی۔''

''میں ذرا جلدی سونے کا عادی ہوں۔'' اس کے چہرے پر شرمندگی ظاہر ہوئی۔

''کوئی بات نہیں، فرمائیں، کیا بات ہے۔''

''آپ رانا گوما کو جانتے ہیں۔''

''ارے باپ رے۔'' وہ گھبرا گیا۔

''معاف کیجیے گا! میں نے آپ کو ڈرا دیا...''

''آپ نے نام ہی اتنا خوفناک لیا۔'' وہ بولا۔

''آپ کا نام کیا ہے۔'' پروفیسر وہ بولے۔

''حیرت ہے، آپ میرا نام نہیں جانتے اور میرے گھر میں خطرے سے خبردار کرنے کے لیے موجود ہیں، یہ بات کیا ہوئی۔''

''بات بھی بتاتا ہوں... پہلے آپ اپنا نام بتا دیں۔''

''اچھی بات ہے، میرا نام طالب فرشوری ہے۔''

''خوب! جناب طالب فرشوری صاحب۔ آپ کیا کام کرتے ہیں۔''

''میں ایک مل کا مالک ہوں، اس میں کپڑا تیار ہوتا ہے۔''

''خوب خوب... آپ ایسا کریں کہ اپنے گھر کے دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیں۔''

''ارے ہاں... آپ نے رانا گوما کا نام کس سلسلے میں لیا تھا۔''

''اسے ملت گھرانے میں کسی ایک گھر میں ڈاکا ڈالنا ہے... وہ گھر آپ کا بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ایک مل کا مالک کافی دولت مند ہوتا ہے۔''

''تب پھر شیخ اسحاق مجھ سے بڑا دولت مند ہے... اس کی دو ملیں ہیں۔'' اس نے کہا۔

''کس چیز کی؟''

''کپڑے کی۔''

''اوہو اچھا... کیا یہاں سات کے سات آدمی ملوں کے مالک ہیں، وہ بھی کپڑے کی۔''

''میری اور شیخ اسحاق کی ملیں ضرور کپڑے کی ہیں، باقی پانچ بھی ملوں کے مالکان ہیں، لیکن ان کی ملیں اور چیزوں کی ہیں۔''

''کیا آپ لوگ آپس میں رشتے دار ہیں۔''

''نہیں... دور کے رشتے دار بھی نہیں ہیں، بس اتفاق سے ہم سات مل مالکان اس کوچے میں رہائش پذیر ہو گئے۔''

''کیا اس سے پہلے بھی ملت گھرانے میں ڈاکا پڑا ہے۔''

''نہیں ایسی کوئی واردات نہیں ہوئی۔''

''خیر! مہربانی فرما کر آپ اٹھ کر دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیں۔ آپ

کے گھر میں اور کتنے لوگ ہیں... ملازم کہاں ہیں۔''

''میرے تین بچے ہیں، بیوی ہے... ملازم پچھلی طرف بنے سرونٹ کوارٹر میں رہتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے انہیں بھی بلا لیں۔''

طالب فرشوری اٹھ کھڑا ہوا... پروفیسر داؤد وہیں بیٹھے رہے... وہ ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگے... ایسے میں اندرونی دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

پروفیسر داؤد نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''میرے بارے میں ابھی طالب فرشوری آ کر بتاتے ہیں۔''

''آپ تو ان کے ہم عمر ہیں... جب کہ انہوں نے بتایا ہے کہ ان کے تین بچے ہیں، شکل صورت سے ملازم آپ لگتے نہیں۔''

''ہاں! میں ملازم نہیں ہوں۔''

''تب پھر آپ کون ہیں۔'' پروفیسر داؤد نے الجھن محسوس کی۔

''میں نے کہا نا... طالب صاحب آ کر میرا تعارف کرا دیں گے۔''

''اچھی بات ہے، یونہی سہی۔'' انہوں نے جیب سے پائپ نکال کر ہونٹوں تلے دبا لیا۔

''یہ کیا آپ پائپ پیتے ہیں... کتنی بری بات ہے۔'' اس نے کہا۔

''ہاں! کبھی کبھی برا کام کرنا پڑتا ہے... کیا کیا جائے۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

''یہ کیا بات ہوئی، کبھی کبھی برا کام کرنا پڑتا ہے...'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کچھ بروں کو راہ راست پر لانے کے لیے مجھے کبھی کبھار پائپ پینا پڑتا ہے۔''

''اچھا جناب... جو جی میں آئے کریں۔'' وہ جھلا اٹھا۔

جلد ہی طالب فرشوری اندر داخل ہوا اور اس آدمی کو دیکھ کر بری طرح اچھلا۔

''کک... کیا مطلب... آپ کون ہیں۔''

''ہائیں... کیا آپ انہیں نہیں جانتے۔'' پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

''نن نہیں... کیا یہ آپ کے ساتھی ہیں۔'' طالب فرشوری بولا۔

''بالکل نہیں! میں آپ کے ساتھ اکیلا اندر آیا تھا۔''

''کیوں جناب آپ کون ہیں۔''

''ہاں! یہ ہوئی بات۔'' وہ مسکرایا۔

''کیا کہا... یہ ہوئی بات... میرے خیال میں تو یہ کوئی بات نہیں ہوئی...''

''مجھے آپ کے خیال سے کیا لینا، مجھے تو اپنے خیال سے غرض ہے۔'' اس نے شوخ انداز میں کہا۔

''اور آپ کا خیال کیا ہے۔''

''یہ کہ یہ ہوئی نا بات۔'' وہ ہنسا۔

''حد ہوگئی... کیا آپ اوٹ پٹانگ باتیں کرنے کے ماہر ہیں۔''

''نہیں... میں کام کی باتیں کرنے کا ماہر ہوں۔''

''لیکن اس وقت تک آپ نے ایک بات بھی کام کی نہیں کی۔'' پروفیسر داؤد جل گئے۔

"اچھی بات ہے... یہ دیکھیے... میں شروع کرتا ہوں، کام کی بات۔"

یہ کہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال دیا اور جب اس کا ہاتھ باہر نکلا تو اس میں ایک خوفناک قسم کا پستول تھا۔

"ارے باپ رے... یہ... یہ کیا۔" پروفیسر ہکلائے۔

"اس کو پستول کہتے ہیں۔"

"لیکن کیوں۔" پروفیسر بولے۔

"آپ کا مطلب ہے، اس کو پستول کیوں کہتے ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں... میرا مطلب ہے، آپ نے پستول کیوں نکالا۔"

"آپ کو ایک بات بتانے کے لیے۔"

"حد ہوگئی... ایک بات بتانے کے لیے آپ نے ایک پستول نکال لیا... اگر دس بیس باتیں بتانے کی ضرورت پیش آگئی تو کیا کریں گے... کیا دس بیس پستول نکالیں گے۔"

"اس صورت میں بم نکال لوں گا۔"

"ارے باپ رے... تت... آپ کے پاس بم بھی ہے۔"

"یہ پوچھو... میرے پاس کیا نہیں ہے۔"

"چلیے پھر... پہلے یہ بتادیں... آپ کے پاس کیا نہیں ہے۔" پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔ ساتھ ہی انہوں نے محسوس کیا، وہ بالکل محمود، فاروق اور فرزانہ کے انداز میں باتیں کر رہے ہیں... یہ خیال آتے ہی وہ دل ہی دل میں مسکرا دیے۔

"میرے پاس تم لوگوں کے لیے رحم نہیں ہے، ہمدردی نہیں ہے، کوئی قیمتی چیز نہیں ہے... پستول ہے... بم ہے... اور..."

"اور کیا؟" پروفیسر جلدی سے بولے۔

"اور زہر ہے۔"

"باپ رے... طالب صاحب... ان صاحب کے ارادے قطعاً شریفانہ نہیں ہیں... اور میرے پاس صرف یہ پائپ ہے۔" پروفیسر داؤد نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کہا... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پستول اور بم کے مقابلے میں آپ کے پاس صرف یہ پائپ ہے... بھلا اس پائپ سے آپ ان صاحب کا کیا بگاڑ لیں گے... لیکن ابھی تک انہوں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ ہیں کون... کیا چاہتے ہیں..." طالب فرشوری نے پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

"میں... میں رانا گوما کا آدمی ہوں۔"

"ارے باپ رے۔"

یہ سنتے ہی پروفیسر داؤد کو زوردار چھینک آگئی۔ پائپ میں زبردست قسم کی پھونک لگی اور ساتھ ہی ایک دل دوز چیخ بلند ہوئی۔

☆000☆

خون کے قطرے

خان رحمان نے تیسرے دروازے پر دستک دی۔ جلد ہی ایک لڑکی نے دروازہ کھولا۔

"جی فرمائیے۔"

"مجھے احسان فیاضی سے ملنا ہے۔" خان رحمان بولے، وہ دروازے پر لگی نیم پلیٹ پر نام پڑھ چکے تھے۔

"جی اچھا... میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتی ہوں۔"

"شکریہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

لڑکی انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلی گئی، جلدی ہی بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور ایک لمبے چوڑے جسم کا مالک شخص اندر داخل ہوا۔ اس نے پہلے تو ایک نظر خان رحمان پر ڈالی، پھر بولا۔

"السلام علیکم! میں ہی احسان فیاضی ہوں، فرمائیے... آپ کون صاحب ہیں اور مجھ سے کیا کام ہے۔"

"آپ رانا گوما کو جانتے ہیں۔"

"نام بہت سنا ہے... مشہور ڈاکو ہے... کیا آپ رانا گوما ہیں۔" اس نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

"میرا نام خان رحمان ہے، آج رات بارہ بجے رانا گوما ملت گھرانے کے سات گھروں میں سے کسی ایک میں ڈاکا ڈالنے والا ہے۔"

خان رحمان کا خیال تھا، وہ یہ خبر سن کر مارے خوف کے اچھل پڑے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کے سکون اور اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا۔ پھر وہ ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔

"رانا گوما اگر میرے گھر میں داخل ہوا تو اسے ناکامی ہوگی۔ میں نقدی اور زیورات وغیرہ گھر میں نہیں رکھتا، بنک میں رکھتا ہوں۔"

"لیکن وہ انسانی خون بہانے کا بھی شوقین ہے، جب اسے یہاں سے کچھ نہیں ملے گا تو وہ طیش میں آجائے گا اور خون خرابے پر اتر آئے گا۔"

"اس بات کا امکان ہے، لیکن میں نے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔"

"وہ تو خیر میں دیکھ رہا ہوں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"کیا مطلب! آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ کہ آپ کے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں ہیں۔"

"میں مذاق پسند نہیں کرتا، بہت سنجیدہ آدمی ہوں۔"

"اچھا کیا، آپ نے بتا دیا... میں اب مذاق نہیں کروں گا۔ ہاں تو میں کہ ... ہ خون خرابے کا عادی ہے۔"

"مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا آپ کوئی لڑاکے ہیں۔"

"کوئی ایسا ویسا، میں مارشل آرٹ کا ماہر ہوں، میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا چکا ہوں۔"

"کون سے میدان جنگ میں۔" خان رحمان چونکے، وہ بھی آخر فوجی تھے۔

"1971 کی جنگ میں۔"

"او ہو اچھا، تو آپ بھی فوجی ہیں۔"

"بھی سے کیا مراد، کیا آپ بھی فوجی ہیں۔" اس نے انہیں گھورا۔

"جی ہاں! میرا نام خان رحمان ہے۔"

"او ہو اچھا... آپ کا نام بھی سنا ہوا لگتا ہے، خیر یہ جان کر خوشی ہوئی لیکن یہ رانا گوما کا کیا چکر ہے، آپ کا اس سے کیا تعلق؟"

"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، میں انسپکٹر جمشید کا دوست اور ساتھی ہوں... رانا گوما کی گرفتاری کا کام ان کے ذمے لگا ہے... رانا گوما بھی انسپکٹر جمشید کے چکر میں ہے... بس اس کش مکش کے سلسلے میں یہ بات سامنے آئی کہ رانا گوما آج رات ملت گھرانے کے کسی ایک گھر پر حملہ کرے گا... سو ہم نے بھی بچاؤ کے راستے اختیار کر لیے، اسی سلسلے میں میں یہاں آیا ہوں۔"

"آپ لوگ بہت اچھے ہیں، دوسروں کے لیے اپنا آرام برباد کرتے پھر رہے ہیں..."

"مہربانی فرما کر اپنے دروازے اور کھڑکیاں وغیرہ اندر سے بند کر لیں، میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

"آخر ہم اس سے کیوں ڈریں۔" احسان فیاضی نے کہا۔

"یہ ڈرنا نہیں ہے، احتیاط کرنا ہے۔ احتیاط بہر حال اچھی ہے۔"

"اچھا ٹھہریں۔"

اور پھر وہ ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔ جلد ہی اس کی واپسی ہوئی، آتے ہی اس نے کہا۔

"لیجیے... تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر دی ہیں۔"

"شکریہ! آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں... آپ کی نیم پلیٹ پر آپ کی جوتوں کی فیکٹری کا نام بھی لکھا ہے... یہ آپ فوجی سے جوتے کیسے بنانے لگے۔"

"ایک دوست نے مشورہ دیا تھا کہ اس کام میں بہت نفع ہے، اب ریٹائر ہونے کے بعد آدمی کو کچھ تو کرنا پڑتا ہے، سو میں نے یہ کام شروع کر لیا اور واقعی اس کام میں بہت نفع ہے، اب میں بہت مال دار ہوں۔"

"خوب خوب! اب آپ ذرا ذہن دوڑا کر ایک بات بتائیں... آپ کے ملت گھرانے میں کل سات گھر ہیں، ان میں سے ایک تو آپ ہی ہیں، باقی چھ میں سے آپ کے خیال میں رانا گوما کون ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب... میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"رانا گوما ان سات گھروں میں سے ہی کسی ایک گھر میں رہتا ہے..."

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"یہ انسپکٹر جمشید صاحب کا اندازہ ہے... وہ ایسے کاموں کے ماہر ہیں۔"

"حیرت ہے... کمال ہے، اس صورت میں ان کے لیے رانا گوما کو گرفتار کرنا بھلا کیا مشکل ہے۔" احسان فیاضی کے لہجے میں واقعی حیرت تھی۔

"دیکھیے جناب! مشکل کیوں نہیں ہے، سات لوگوں میں سے کسی ایک کو مجرم ثابت کرنا ہے... ایسا اسی صورت میں ممکن ہے، جب ہم مجرم کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کر لیں... جب کہ ہمارے پاس ابھی تک کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"ہوں خیر... آپ جانیں۔"

"میں نے آپ سے پوچھا تھا، ان چھ میں سے مجرم کون ہو سکتا ہے۔"

"اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیوں نہیں کر سکتے... کیا آپ لوگ آپس میں ملتے جلتے نہیں رہتے۔"

"ملنے جلنے کا اتفاق بہت ہی کم ہوتا ہے... ہم سب کے سب کاروباری لوگ ہیں... اور حد درجے مصروف رہتے ہیں۔"

"لیکن آپ کے گھروں کی خواتین تو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں گی۔"

"ہاں ضرور... لیکن مردوں سے تو ان کی ملاقاتیں نہیں ہوتیں..."

"اچھی بات ہے، اس بات کو چھوڑیں اور صرف یہ بتا دیں... یہ گھر آپ نے کیسے خریدا... کن حالات میں خریدا۔"

"اس کا اشتہار اخبار میں پڑھا تھا... میں ان دنوں ایک اچھے سے گھر کی تلاش میں تھا، بس میں نے یہ خرید لیا۔" اس نے کہا۔

"اس گھر کا مالک کون تھا، وہ ملت گھرانے میں سے ہی کوئی شخص ہے۔"

"جی نہیں یہ مکان میں نے ایک پراپرٹی ڈیلر سے خریدا تھا۔ اس نے یہ نہیں بتایا، اس نے خود یہ کس سے خریدا تھا، نہ مجھے اس بات سے کوئی غرض تھی۔ مجھے تو بس مکان خریدنا تھا، سو خرید لیا۔" اس نے جلدی جلدی وضاحت کرنے کی کوشش کی۔

"تب تو آپ کو یہاں آئے زیادہ مدت نہیں گزری ہوگی۔"

"اتنی کم بھی نہیں ہوئی... پانچ سال تو ہو ہی گئے ہیں۔"

ایسے میں ایک کھٹکا ہوا، خان رحمان اور احسان فیاضی نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یہ... یہ آواز کیسی تھی بھلا۔"

"میرے گھر کے افراد تو اپنے کمروں میں موجود ہیں... جب کہ کھٹکے کی آواز نزدیک سے آئی ہے... میں صحن میں دیکھتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔" خان رحمان نے پریشان آواز میں کہا۔

احسان فیاضی اٹھا اور باہر نکل گیا، جلد ہی اس کی واپسی ہوئی، اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

"خیر تو ہے۔"

"کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

"کیا مطلب..." خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"صحن میں خون کے چند قطرے موجود ہیں، بالکل تازہ... لیکن گھر کے کسی فرد کو کوئی چوٹ ووٹ نہیں آئی ... سب خیریت سے ہیں، کھٹکے کی آواز انہوں نے بھی سنی ہے اور وہ پریشان ہیں۔"

"آیئے... ذرا میں بھی ان قطرات کو دیکھ لوں۔" خان رحمان نے کہا۔ وہ اس وقت انسپکٹر جمشید کی پوری پوری نقل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ اس وقت ان کے ساتھ ہوتے تو ضرور مسکراتے۔

وہ اس کے ساتھ صحن میں آئے۔ گھر کا صحن کافی بڑا تھا، وہاں واقعی تازہ خون کے قطرات موجود تھے۔

خان رحمان جھک کر بغور ان کو دیکھنے لگے، پھر جلد ہی انہیں خطرے کا احساس ہوا، انہیں لگا جیسے پیچھے سے کوئی ان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ احسان فیاضی ان کے سامنے کھڑے تھے اور وہ بھی خون کے قطرات کو دیکھ رہے تھے۔

اس احساس کے ساتھ ہی انہوں نے خود کو نیچے گرا دیا۔ ساتھ ہی کوئی دھم سے فرش پر گرا۔ گویا گرنے والے نے ان پر چھلانگ لگائی تھی۔

وہ بلا کی رفتار سے اٹھے اور پھر ساکت رہ گئے، ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

☆OOO☆

وقت گزر گیا

فرزانہ نے چوتھے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ نام کی تختی وہ پہلے ہی پڑھ چکی تھی۔ ایک منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک عورت کی شکل دکھائی دی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن تھی۔

"کیا بات ہے۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"خیر تو ہے محترمہ! اس قدر سخت انداز میں بات کر رہی ہیں۔"

"اپنے کام سے کام رکھو۔" وہ اور تیز لہجے میں بولی۔

"رائے تیمور صاحب سے ملنا ہے۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں ملنا ہے، کیا کام ہے تمہیں ان سے، کیا انہوں نے تمہاری گھڑی چرالی ہے۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کم از کم وہ میری گھڑی نہیں چرا سکتے، اس لیے کہ میں کلائی پر گھڑی نہیں باندھتی۔" فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

"تمہارا مطلب ہے... اگر تم کلائی پر گھڑی باندھنے کی عادی ہوتیں تو وہ تمہاری گھڑی چرا سکتے تھے۔"

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"تب پھر تمہارا جو مطلب ہے، وہ بتاؤ۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"کیا آپ بیگم رائے تیمور ہیں۔"

"اور میں تمہیں کیا نظر آتی ہوں۔" وہ کاٹ کھانے کے انداز میں بولی۔

"عورت۔" فرزانہ بولی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو۔"

"جی نہیں! اللہ کا شکر ہے، میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"اچھا تو پھر..."

"کیا بات ہے بیگم۔" پیچھے سے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

"حد ہو گئی، آپ کو ٹپک پڑنے کی کیا ضرورت تھی، کچے آم کی طرح۔"

"میں نے تمہارے جھگڑے کی آواز سنی... تو چلا آیا... کہ کہیں جھگڑا بڑھ نہ جائے۔"

"اچھا! تو میں جھگڑالو ہوں اور جھگڑے کو بڑھاتی ہوں۔"

وہ رائے تیمور کی طرف الٹ پڑی... رائے تیمور گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔

"پہلے تم اس چڑیل سے بات کر لو، جب اندر آ جاؤ گے تو پھر مزاج پوچھوں گی۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے زور زور سے پاؤں پٹخے اور اندر چلی گئی۔

"مم... مم... معاف کیجیے گا... یہ ذرا الٹے دماغ کی مالک ہیں..."

"کوئی بات نہیں، میں نے برا نہیں مانا۔ کیا یہ ہر ایک کے ساتھ اسی طرح پیش آتی ہیں۔"

"بس یہ پوچھیں۔"

"کیا آپ راناگوما کو جانتے ہیں۔"

"ارے باپ رے... ن... ہا... آں۔"

"آپ نے کیا کہا... نہیں یا ہاں۔"

"دو... دونوں، میں یہ جانتا بھی ہوں اور نہیں بھی جانتا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، ایک بات کے جواب میں آپ نہیں اور ہاں ایک ہی وقت میں کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"میرا مطلب ہے، میں اخبارات میں خبروں کی حد تک تو جانتا ہوں، ذاتی طور پر میری اس سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں، اس صورت میں اس سوال کا جواب ایک ہی وقت میں دونوں طرح دیا جا سکتا ہے، لیکن جناب راناگوما کو تو کوئی بھی نہیں جانتا... میرا مطلب ہے، ذاتی طور پر تو کسی کی بھی اس سے ملاقات نہیں ہے، یہاں تک کہ اس کے گروہ کے سات آدمی بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"ہاں! یہ بات... ارے مگر... آپ کون ہیں، مجھ سے کیا کام ہے۔"

"راناگوما کے سلسلے میں ہی تو بات کرنے کے لیے آئی ہوں۔"

"کیا بات کرنے آئی ہیں اور جب میں اسے جانتا ہی نہیں تو بھلا اس کے بارے میں کیا بات کر سکوں گا۔"

"کیا ہم اندر چل کر بات نہیں کر سکتے۔"

فرزانہ نے دائیں بائیں نظر ڈالی، دراصل وہ پریشان تھی، جب تک وہ دروازے پر کھڑی تھی۔ اس کے بعد والا ساتھی پانچویں دروازے کی طرف نہیں بڑھ سکتا تھا۔

"ہاں ضرور! کیوں نہیں، دراصل باتیں کچھ ایسی شروع ہوئیں کہ خیال ہی نہیں رہا۔ معاف کیجیے گا۔"

"چلیے معاف کیا۔" فرزانہ مسکرائی۔

اب وہ اسے اندر لے آیا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے بعد بولا۔

"ہاں! اب بات کریں۔"

"پہلی بات تو یہ کہ آج رات بارہ بجے راناگوما ملت گھرانے کے کسی ایک گھر میں واردات کر رہا ہے۔"

"کیا... نن نہیں۔" مارے خوف کے وہ چلا اٹھا اور ساتھ میں کھڑا بھی ہو گیا... اس کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔

"آخر اس حد تک خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مم... میرے گھر میں اس وقت نقد رقم بھی کافی بڑی موجود ہے اور زیورات بھی... دراصل... آپ تو میری بیگم کو دیکھ ہی چکی ہیں... وہ کس قسم کی خاتون ہیں۔"

"میں سب سن رہی ہوں۔" قدرے فاصلے سے چیختی آواز سنائی دی۔

"دیکھا آپ نے۔"

"ہاں ہاں! دکھا دیں اسے جو دکھانا ہے، آنا تو آپ کو میرے ہی پاس ہے۔" وہ پھر بولی۔

"اچھا بیگم خدا کے لیے... مجھے ان سے بات کر لینے دو... بہت اہم اور خوفناک بات ہو رہی ہے۔"

"خیر خیر... آخر یہ اہم اور خوفناک بات ختم ہو گی... پھر ہوں گی میری اور

آپ کی دو باتیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"

وہ فرزانہ کی طرف مڑا۔اس کے چہرے پر شرمندگی ہی شرمندگی تھی...

"میری بیگم زیورات کی کس حد تک شوقین ہے، بس یہ نہ پوچھیں، تمام زیورات ہر وقت گھر کے سیف میں رکھتی ہیں، مجال ہے جو کبھی مجھے بنک کے لاکر میں رکھنے دیں... حالانکہ گھر میں تو بس ضرورت کے مطابق ہی زیورات ہونے چاہییں، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔"

"بات تو آپ کی معقول ہے... لیکن خیر... ہاں تو بات ہو رہی تھی، آج رات سات گھروں میں سے ایک گھر خطرے میں ہے اور وہ گھر آپ کا بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ سب سے زیادہ زیورات تو پھر آپ ہی کے گھر میں ہوں گے۔"

"نن نہیں ارے باپ رے... پہلے میں پولیس کو فون کر لوں۔"

"جی نہیں۔"

"جی نہیں... کک... کیا مطلب..."

"پولیس کو فون بعد میں کریں، پہلے آپ گھر کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیں۔"

"کہیں پولیس کے آنے سے پہلے رانا گوما کے آدمی نہ آ جائیں۔"

"ہوں... ٹھیک ہے۔"

یہ کہ کر وہ اٹھا اور جلدی سے باہر چلا گیا... فرزانہ ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگی... ڈرائنگ بہت پھوہڑپنے سے سجایا گیا تھا ہر چیز بھونڈی لگ رہی تھی... اور مزے کی بات یہ کہ پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا تھا۔

جلد ہی وہ واپس آ گیا... اور لگا فون کرنے۔

"آپ کام کیا کرتے ہیں۔"

"میری چوڑیاں بنانے کی فیکٹری ہے۔"

ایسے میں کوئی چیز اس کے ہاتھ پر آ کر لگی، اس کے منہ سے چیخ نکل گئی، ریسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا... اور وہ فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔

ساتھ ہی انہوں نے کسی کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ فرزانہ نے سر اٹھایا، اس کے سامنے ایک گوریلا نما آدمی کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ پھر اس کے ہونٹ ہلے۔

"تم فون نہیں کر سکتے... فون کرنے کا وقت گزر گیا..."

"کک... کون ہیں آپ۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے... آپ رانا گوما کے آدمی ہیں۔"

"ہاں بالکل..." وہ شوخ انداز میں بولا۔

"کیا چاہتے ہو، کیا یہ ڈاکے سے الگ کوئی پروگرام ہے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! یہ ڈاکے سے الگ پروگرام ہے۔" اس نے فوراً کہا۔

"لیکن کیوں؟"

"باس کو اندازہ تھا، تم لوگ کسی نہ کسی طرح ان سات گھروں میں ضرور داخل ہو گے... کیونکہ تمہارا آئی جی باس کے قبضے میں ہے۔"

"کک... کیا... کیا کہا... باس آئی جی صاحب کے قبضے میں ہے۔" رائے تیمور نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں نے یہ نہیں کہا ہے وقوف انسان... میں نے کہا ہے آئی جی شیخ ثمر احمد ہمارے باس کے قابو میں ہے۔"

"من نہیں... نہیں... اوہ..."

آپ کو کیا ہوا۔" فرزانہ نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا یہ کوئی چھوٹی خبر ہے... جو لوگ آئی جی صاحب کو قابو میں کر لیں، ہم ان کے مقابلے میں کیا چیز ہیں۔"

"بالکل ٹھیک... اب تم ذرا مزہ چکھو۔"

یہ کہتے ہوئے باس کے کارکن نے ٹریگر دبا دیا۔

☆OOO☆

باس کا جال

اکرام نے پانچویں گھر کے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان آدمی کا مسکراتا چہرہ نظر آیا:

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں بھلا۔" اس کا لہجہ بھی بہت با اخلاق تھا۔

"آپ سے کچھ بات کروں گا... اگر آپ پسند فرمائیں... آپ رانا منیر خان ہیں نا۔"

"ہاں! آپ کا چہرہ بھی جانا پہچانا سا لگ رہا ہے، غالباً میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" اکرام مسکرایا۔

پھر وہ اسے اندر لے آیا۔ بیٹھنے کے بعد اکرام نے کہا:

"میرا پہلا مشورہ یہ ہے کہ آپ گھر کے دروازے اندر سے بند کر لیں۔ آج کی رات ملت گھرانہ خطرے میں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"آپ نے رانا گوما کا نام تو سنا ہوگا۔"

''بالکل سنا ہے، لیکن میں اس سے بالکل نہیں ڈرتا۔''

''شاید اس لیے کہ آپ نقدی اور زیورات گھر میں نہیں رکھتے۔''

''یہ بات نہیں... میرے گھر میں رقم بھی کافی موجود ہے اور بیوی کے زیورات بھی ہیں، بس مجھے راناگوما جیسے لوگوں سے ڈر نہیں لگتا، البتہ'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''البتہ کیا؟'' اکرام چونکا۔

''البتہ میں ایسے لوگوں سے نفرت کرتا ہوں۔''

''وہ کس لیے۔''

''ایسے لوگ معاشرے کے ناسور ہیں۔''

''آپ کی بات بالکل درست ہے، لیکن اس کے بارے میں یہ بات بھی تو مشہور ہے کہ وہ خون خرابہ کرنے کا بھی عادی ہے۔ جہاں جاتا ہے، ایک دو آدمیوں کو قتل بھی کر ڈالتا ہے۔''

''ہوگا! میں اس سے نہیں ڈرتا۔''

''یہ تو اس وقت کی بات ہے، جب اس سے آپ کا سامنا ہوگا، تب پتا چلے گا۔'' اکرام مسکرایا۔

''تب بھی میں اس سے نہیں ڈروں گا۔''

''خیر خیر... یہ اچھی بات ہے کہ آپ اس قدر دلیر ہیں۔ آپ کرتے کیا ہیں۔''

''میرا اون بنانے کا کارخانہ ہے، آپ اس کو چھوٹی سی مل کہہ لیں۔''

''آپ ملت گھرانے میں کیسے آئے، کیا باقی چھ افراد آپ کے رشتے دار ہیں۔''

''ہم ساتوں آپس میں دور کے بھی رشتے دار نہیں ہیں، بس آپ اس کو اتفاق کہہ لیں کہ یہاں سات کے سات افراد ملوں یا کارخانوں کے مالکان ہیں... ویسے ہم ساتوں اچھے پڑوسیوں کی طرح رہتے ہیں۔''

''آپ کے خیال میں آپ ساتوں میں سے راناگوما کون ہو سکتا ہے۔''

''کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کہا۔'' وہ حیران رہ گیا۔

''آپ سات میں سے ایک راناگوما ہے۔''

''نن نہیں... نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔'' وہ چلا اٹھا۔

''یہی بات ہے۔'' اکرام کا لہجہ مضبوط تھا۔

''آپ... آپ کون ہیں۔''

''میرا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے، سب انسپکٹر اکرام کہلاتا ہوں۔''

''اچھا تو پھر۔''

''ہمیں اطلاع ملی ہے، آج رات راناگوما ان سات میں سے کسی ایک گھر میں واردات کرے گا... بس ہم اس کوشش میں ہیں کہ وہ واردات نہ کر سکے اور ہم اسے گرفتار کر لیں۔''

''آپ بہت اچھے پولیس آفیسر ہیں، آج کل ایسے آفیسر کہاں ملتے ہیں۔'' اس نے فوراً کہا۔

خیر یہ تو آپ نہ کہیں... ایک سے بڑھ کر ایک اس دنیا میں موجود ہیں۔''

ایسے میں ایک عجیب سی آواز گونجی... جیسے کسی نے سرگوشی کی ہو، سرگوشی کی آواز پورے گھر میں گونجی تھی، لیکن الفاظ سنائی نہیں دیے تھے۔

دونوں نے حیران ہوکر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''یہ سرگوشی کیسی تھی؟'' اکرام بولا۔

''میں... میں کچھ نہیں کہہ سکتا، کیا میں اپنی بیوی کی خیریت معلوم کروں۔''

''ہاں! جلدی کریں۔''

اور وہ تیر کی طرح باہر نکل گیا... چند لمحے اسی عالم میں گزر گئے پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔

اکرام کی نظر اٹھی اور وہ دھک سے رہ گیا۔ اس کے سامنے ایک نقاب پوش کھڑا تھا، اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور دوسرے میں ایک ٹارچ تھی۔

''کون ہو تم۔'' اکرام کے منہ سے نکلا۔

''یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے... میں ہوں رانا گوما کا کارکن۔''

''کیا تم رومی بھولا ہو۔'' اکرام نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔ کیونکہ آواز جانی پہچانی سی تھی۔

''تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا... میں بھولا رومی ہوں یا باس کا کوئی اور کارکن...''

''تو تم نے ہمیں دھوکا دیا۔''

''نہیں... پروگرام ہی یہ تھا۔'' وہ ہنسا۔

''کیا مطلب.... کیا پروگرام؟''

''تم لوگوں کو پھانسنے کے لیے باس نے جال بچھایا تھا، افسوس تم اس جال میں آسانی سے آگئے۔''

''بھئی ذرا وضاحت کرو... تم تو اپنے ہی ساتھی ہو... چاہے جھوٹ موٹ کے سہی۔'' اکرام مسکرایا۔

''کیوں نہیں... میں ضرور وضاحت کروں گا۔''

''ارے مگر یہ... یہ فاصل منیر خان کہاں رہ گئے، لوٹ کر آئے ہی نہیں۔''

''اسے میں نے ساتھی بے ہوش کر دیا ہے، آپ اس کے بارے میں فکر مند نہ ہوں۔''

''اچھا خیر... باس کا پروگرام کیا تھا۔''

''تم لوگوں کو پھانسنے کا... اور بس اس نے پھانس لیا۔''

''کیا ہم پانچ کے پانچ تم لوگوں کے قابو میں آچکے ہیں۔''

''ہر گھر کی رپورٹ باس کو جلد مل جائے گی... میں صرف یہاں کے بارے میں جانتا ہوں، باقی گھروں میں کیا رہا، یہ باس جانے۔''

''اور ابھی تو ہمارے دو ساتھی رہتے ہیں، جنہیں چھٹے اور ساتویں گھر میں داخل ہونا ہے۔''

''فکر نہ کرو... ہر گھر کو تم لوگوں کے لیے پہلے سے چوہے دان بنایا جا چکا ہے...''

''تب پھر ساتوں گھر رانا گوما کے اپنے ہیں، یہاں اس کے اپنے آدمی رہتے ہیں۔''

''ایسا نہیں ہے...'' اس نے پرزور انداز میں کہا۔

''پھر کیسا ہے... یہ بتاؤ۔'' اکرام جھلا اٹھا۔

''باس کا ان ساتوں گھرانوں کے افراد سے کوئی تعلق نہیں۔'' بھولا رومی بولا۔

''بھئی اپنے جملے میں قدرے تبدیلی کرلو... ان چھ گھروں کے لوگوں سے باس کا کوئی تعلق نہیں ... کیونکہ ساتواں تو خود باس ہے۔''

''اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔''

"اچھی بات ہے... دیکھا جائے گا... اب تمہارا پروگرام کیا ہے۔"

"وہی... جو باس کا ہے... یہ میرے ہاتھ میں ٹارچ دیکھ رہے ہیں، یہ ٹارچ ہمارے باس کا تحفہ ہے..."

یہ کہتے ہوئے اس نے ٹارچ کا بٹن دبا دیا اور پھر کمرے میں تیز زرد روشنی پھیل گئی... ساتھ ہی اکرام نے اپنے جسم سے جان نکلتے محسوس کی۔ اس نے جیب کی طرف ہاتھ لے جانے کی کوشش کی... ساتھ ہی رومی بھولا کی آواز ابھری۔

"اب کوئی فائدہ نہیں... جب تک آپ پستول نکالیں گے، اس وقت تک ٹریگر دبانے کی سکت نہیں رہ جائے گی، ویسے بھی میں چاہوں تو اس سے پہلے فائر کر کے آپ کے ہاتھ میں سوراخ کر سکتا ہوں... اب اگر آپ کو ہاتھ میں سوراخ کروانے کا شوق ہے تو ضرور اس کو جیب کی طرف لے جائیں۔"

اکرام کا ہاتھ جوں کا توں رہ گیا۔ پھر وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

☆OOO☆

اللہ کی مہربانی سے

فاروق نے چھٹے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اس سے پہلے وہ نام کی تختی پر ایک نظر ڈال چکا تھا۔ دروازہ کھولنے پر بڑی بڑی مونچھوں والے ایک خوفناک آدمی کی صورت دکھائی دی۔

"غغ... غالباً آپ ہی عباس ضیا ہگو ہیں۔"

"اردو پڑھنا آتا ہے۔" وہ پھنکارے۔

"جی اللہ کی مہربانی سے۔"

"نظر کمزور تو نہیں۔"

"ہرگز نہیں جناب اللہ کی مہربانی سے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"تب پھر اللہ کی مہربانی سے نام کی تختی دوبارہ پڑھیں۔"

"ایک منٹ جناب۔" یہ کہہ کر فاروق نام کی تختی کی طرف مڑ گیا... ساتھ ہی اس نے دروازہ کھٹ سے بند ہونے کی آواز سنی۔

فاروق نے نام دوبارہ پڑھا، برا سا منہ بنایا اور پھر گھنٹی کے بٹن کی طرف آیا۔ ایک بار پھر اس نے گھنٹی بجائی، دروازہ فوراً ہی کھلا۔

"معاف کیجیے گا... میں آپ کا نام غلط بول گیا تھا... آپ عباس ٹنگو ہیں

اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھا... ہوگئی نا آپ کی نظر ٹھیک... میرے پاس آکر تو بڑے بڑوں کی نظر ٹھیک ہو جاتی ہے۔"

"آپ آنکھوں کے ڈاکٹر ہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں دماغ کا ڈاکٹر ہوں... اور تمہارا دماغ درست کرنا پڑے گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک مکا فاروق کی طرف اچھال دیا۔

فاروق فوراً نیچے جھک گیا۔ وہ اپنی جھونک میں آگے بڑھ آیا اور بری طرح لڑکھڑا گیا، فاروق نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، گھر کے اندر داخل ہوگیا۔

اب جو عباس ضیاء بگڑ سیدھا ہوا تو اس کی آنکھیں گویا آگ اگل رہی تھیں۔

"تت... تم... تم میرے گھر میں کیسے داخل ہوگئے۔"

"ابھی آپ کی آنکھوں کے سامنے تو داخل ہوا ہوں... پھر بھی آپ پوچھ رہے ہیں، میں کیسے داخل ہوا ہوں... ہے کوئی تک۔"

"اب مجھے پولیس کو بلوانا ہوگا۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"چلیے آپ یہ بھی کرلیں بگڑ صاحب۔"

"تمہاری تو ایسی کی تیسی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ بلا کی رفتار سے اٹھا اور اندر کی طرف جھپٹا... فاروق نے صاف محسوس کرلیا کہ وہ واقعی اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے... دروازے کی طرف وہ خود تھا... اس طرف تو فاروق جا نہیں سکتا تھا، یوں بھی وہ تو اندر داخل ہونے کے لیے آیا تھا، باہر جا کر کیا کرتا... لہٰذا اس نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی اور گھر کے صحن میں جا رکا۔ دوڑتے قدموں کی آواز پورے گھر میں گونج اٹھی۔ صحن میں دو کمروں

کے دروازے کھلے اور ان میں عورتیں اور بچے نظر آئے... ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"شکار۔" عباس ضیا بگڑ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے، شکار ہو رہا ہے... آپ اس لڑکے کا شکار کریں گے۔" عورت نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بالکل کروں گا۔" وہ غرایا۔

"لیکن ابو! یہ تو بڑا خوب صورت شکار ہے... ذرا دیکھیے تو کتنی بھولی بھالی صورت ہے۔" ان میں سے ایک لڑکا بولا۔

"بس دیکھتے جاؤ... میں اسے کس طرح شکار کرتا ہوں اور ہاں تم ذرا پولیس کو فون کردو۔"

"پپ پولیس کو... لیکن کیوں؟" عورت ہکلا گئی۔

"اسے آخر پولیس کے حوالے تو کرنا ہوگا۔"

"نہیں نہیں... اتنے پیارے بچے کا تو پولیس بگاڑ دے گی حلیہ، اگر اس نے کوئی جرم کیا ہے تو دو چار ہاتھ رسید کر کے جانے دیں۔"

"اچھی بات ہے... یونہی... سہی۔"

اور پھر اس نے فاروق کی طرف دوڑ لگا دی، جونہی وہ اس کے نزدیک پہنچا اور اس کی طرف چھلانگ لگائی... وہ غچہ دے گیا، اب وہ دوسری دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

"یہ... یہ کیا ہوا۔" لڑکی بولی۔

"شکار مچھلی کی طرح ہاتھ سے پھسل گیا۔" لڑکے نے کہا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔" عباس ضیا غرایا۔

"کک... کسے؟" فاروق نے گھبرا کر پوچھا۔

"تمہیں اور کسے۔"

"بہتر ہو گا... آپ پہلے میری بات سن لیں۔"

"نہیں سنوں گا۔"

"اور میں سنا کر رہوں گا۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"کک... کیا... کیا سنا کر رہیں گے۔" دوسرا لڑکا بولا۔

"جو سنانے آیا ہوں..."

"نہیں سنوں گا۔" عباس ضیا غرایا۔

"مم... میرا خیال ہے... سن لیں۔" لڑکی نے کہا۔

"بھاڑ میں گیا تمہارا خیال... میں اس کی ایک نہیں سنوں گا اور مار مار کر اس کا بھرکس نکالوں گا۔"

"بھئی... کتنا مزہ آئے گا... جب اس بے چارے کا بھرکس نکلے گا۔" لڑکی بولی۔

"مم... مجھے تو رنج ہو گا۔" بڑے لڑکے نے کہا۔

اسی وقت عباس ضیا نے فاروق پر خوفناک انداز میں چھلانگ لگائی اور دیوار سے جا ٹکرایا۔

اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"کک... کیا ہوا ابا جان۔"

"بھ... بھرکس۔" فاروق ہکلایا۔

"کک... کس کا۔" عورت نے اسے گھورا۔

"نکل گیا... آپ کے ان کا... اب یہ نہیں نہ سنیں، میں اپنی بات سنا کر رہوں گا... کیا آپ لوگوں نے رانا گوما کا نام سنا ہے۔"

"ارے باپ رے... رر... رانا گوما... یہ تو بہت خوفناک نام ہے... اخبارات میں آئے دن اس کی خوفناکی کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔" عورت نے کہا۔

"ہاں! میں اسی کے بارے میں آپ لوگوں کو بتانے آیا تھا، لیکن عباس ضیا صاحب نے سننے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"کک... کیا کہ رہے ہیں۔" عباس کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

"آپ... آپ رانا گوما کے بارے میں کیا کہنے آئے تھے۔"

"آج رات وہ ملت گھرانے میں سے کسی ایک گھر میں واردات کرنے والا ہے۔"

"ارے باپ رے... تب وہ ہمارا گھرانہ ہے... بیگم فوراً فون کرو پولیس کو۔"

"اوہو... ذرا ٹھہریں... پہلے ان سے یہ تو پوچھ لیں... انہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی ہے۔"

"ہاں بتاؤ... کس طرح معلوم ہوئی آپ کو یہ بات۔" عباس ضیا جھلا اٹھا۔

"میرا نام فاروق ہے، انسپکٹر جمشید کا بیٹا ہوں... بس اسی مناسبت معلوم ہوئی ہے یہ بات۔"

"ارے باپ رے... میں بھی کہوں... یہ اس غضب کا پھرتیلا لڑکا ہمارے گھر میں کہاں سے آ گیا۔" عباس ضیا بوکھلا اٹھا۔

"خیر... اب تو آپ کو معلوم ہو گیا بگز صاحب... اب فرمائیں... کیا پروگرام ہے... اور آپ نے یہ کیوں کہا کہ جب تو وہ آپ کے گھر میں ہی واردات کرے گا۔"

"وہ اس لیے کہ... اس ملت گھرانے میں سب سے زیادہ مال دار میں ہی ہوں، جس قدر دولت اور زیورات میرے گھر میں ہیں، ان چھے گھروں میں مل کر بھی نہیں ہوں گے۔"

"اوہ... ارے باپ رے۔" فاروق گھبرا گیا۔

"ارے ہائیں... آپ نے میرا کیا نام لیا تھا... یعنی پھر وہی بگز..." اس نے آنکھیں نکالیں۔

"مم... معافی چاہتا ہوں... بس یوں سمجھ لیں... زبان پھسل گئی..." فاروق نے فوراً کہا۔

"خیر... سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے۔"

"آپ تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کرلیں... اس کے بعد ہم احتیاطی تدابیر اختیار کریں گے۔"

"ہاں... تم لوگ یہ کام کر ڈالو... دیوار سے ٹکرانے کے بعد اب مجھ میں اتنی سکت کہاں کہ چل پھر سکوں۔"

"جی اچھا۔"

جلد ہی وہ دروازے بند کر کے آگئے... ساتھ ہی زینے کی طرف سے ایک خوفناک آواز سنائی دی۔

وہ بری طرح اچھلے۔

☆○○○☆

کمرے میں کوئی تھا

پروگرام کے عین مطابق جب فاروق چھٹے گھر میں داخل ہو گیا تو انسپکٹر جمشید ساتویں دروازے کی طرف بڑھے۔

اس وقت تک ان کے چھے ساتھی چھے گھروں میں داخل ہو چکے تھے اور ان میں سے کوئی باہر نہیں نکلا تھا، نہ ان کی طرف سے کوئی اشارہ موصول ہوا تھا۔ اس بات نے انہیں قدرے فکر مند کر دیا تھا، چنانچہ ساتویں دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے اپنی گھڑی میں لگے آلے کے ذریعے خفیہ فورس کے انچارج کو مخاطب کیا۔ پروگرام اسے پہلے سے معلوم تھا، انہوں نے صرف اتنا کہا۔

"ابھی تک چھے میں سے کسی کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس کا مطلب ہے یا تو وہ سب پھنس چکے ہیں یا اطلاع دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، اب میں بھی اللہ کا نام لے کر ساتویں گھر میں داخل ہو رہا ہوں، اگر پندرہ منٹ کے اندر میری طرف سے کوئی اطلاع نہ ملے تو پھر تم میدان میں کود و گے، جو کچھ بھی آئے کر گزرنا..."

"او کے سر... آپ فکر نہ کریں۔"

انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر پہلے نام کی تختی پر نظر ڈالی، لکھا تھا

خاور شاسان۔ عجیب وغریب سا نام تھا۔ خیر، انہوں نے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ جلدی دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی نظر آیا۔

"جی فرمائیے۔"

"آپ خاور شاسان ہیں۔"

"جی ہاں! میں ہی ہوں۔"

"مجھے آپ سے کچھ ضروری کام ہے۔" انہوں نے کہا۔

"آپ کی تعریف۔"

"تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا۔" وہ مسکرائے۔

"چلیے! یہ بتادیں آپ کا نام کیا ہے۔"

"مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"آپ نے کس بات کا مطلب پوچھا۔"

"پورے ملک میں ایک ہی انسپکٹر جمشید مشہور ہیں نا... کیا آپ وہی ہیں۔"

"آپ وہی سمجھ لیں۔"

"اور خود آپ کیا سمجھتے ہیں۔"

"میں خود کو مشہور و شہور نہیں سمجھتا۔"

"اچھا خیر آپ تشریف لائیے۔"

وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"اب فرمائیے! آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔"

"آپ نے رانا گوما کا نام تو سنا ہوگا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"کیا آپ نے اس کا نام سن کر خوف محسوس نہیں کیا۔"

"نہیں... اس میں خوف کی کیا بات ہے۔"

"وہ آج رات ملت گھرانے کے کسی ایک گھر میں ڈاکا ڈالنے والا ہے۔"

"یہ خبر ضرور نئی ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ میرے گھر ڈاکا ڈالے اس لیے کہ میں ان چھے کی نسبت غریب ہوں... یعنی کم مال دار ہوں، پھر بھلا وہ میری طرف آکر کیا کرے گا، دوسری بات یہ کہ میں گھر میں مال دولت نہیں رکھتا لہٰذا رانا گوما کو یہاں سے خالی ہاتھ جانا پڑے گا۔"

"آپ کو شاید معلوم نہیں، رانا گوما قتل و غارت گری کا بھی شوقین ہے، جہاں جاتا ہے، خون ضرور بہاتا ہے۔"

"یہ بات ضرور پریشان کن ہے... لیکن وہ ایسا بھی وہیں کرے گا جہاں کچھ ہوگا۔"

"آپ پر اسے اس بنیاد پر غصہ آسکتا ہے کہ آپ نے گھر میں مال کیوں نہیں رکھا۔"

"جب اسے غصہ آئے گا، تب دیکھیں گے... فی الحال تو اس بات کا بھی امکان نہیں کہ وہ میرے گھر آئے گا۔"

"اچھی بات ہے، تب میں نے اپنا وقت برباد کیا، آپ کو تو اس سے کوئی ڈر ہی نہیں۔"

"یہی بات ہے... میں کسی رانا گوما سے نہیں ڈرتا۔"

"آپ اچھے اور بہادر انسان ہیں، آپ سے مل کر خوشی ہوئی... مجھے یہ اطلاع ملی تھی... میں نے اپنا فرض جانا، آپ کو خبردار کردوں۔"

"آپ کا شکریہ۔"

"میں آپ کے پورے گھر پر ایک نظر ڈال سکتا ہوں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ رانا گوما سے خوف زدہ نہیں... ٹھیک ہے، اچھی بات ہے، لیکن ہمیں تو اپنا کام کرنا ہے اور اس بات کا امکان بہر حال موجود ہے کہ وہ آپ کے گھر نہ آجائے۔"

"اچھا تو پھر۔"

"میں آپ کے پورے گھر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"گویا آپ صرف گھر کو دیکھیں گے... تلاشی تو نہیں لیں گے۔"

"امید ہے، تلاشی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ آ گئی تو آپ سے باقاعدہ اجازت لی جائے گی۔"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں۔"

"بات دراصل یہ ہے، آپ کے ملت گھرانے کے سات گھروں میں سے ایک گھر خود رانا گوما کا ہے۔"

"کیا... کیا کہا۔" وہ چلا اٹھا۔

"مطلب وہی ہے جو آپ سمجھے ہیں۔"

"گویا ہم سات آدمیوں میں سے ایک رانا گوما ہے۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"اور... میں بھی رانا گوما ہو سکتا ہوں۔"

"ہاں! بالکل۔"

"نن نہیں... ایسا نہیں ہو سکتا... ہم ساتوں شریف لوگ ہیں۔"

"رانا گوما سات پردوں میں چھپا ہوا ہے۔"

"اچھی بات ہے... آپ میرے گھر کو دیکھ لیں، تلاشی لینا چاہتے ہیں، تلاشی لے لیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں کسی طرح سے رانا گوما ثابت ہوتا ہوں تو مجھے گرفتار کر لیں۔"

"شکریہ! آپ اچھے آدمی ہیں، امید ہے، کم از کم آپ رانا گوما نہیں ہو سکتے۔"

یہ سن کر خاور شاسان عجیب سے انداز میں مسکرایا۔ اسی وقت انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ پردہ کرا لیں۔"

"میرے علاوہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔"

"آپ کے گھر کے افراد کہاں ہیں۔"

"میں انہیں یہاں نہیں رکھتا... وہ گاؤں میں رہتے ہیں، البتہ کبھی کبھار چھٹیاں وغیرہ گزارنے کے لیے یہاں ضرور آتے ہیں۔"

"مطلب یہ کہ اس وقت گھر میں آپ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں۔"

"آئیے پھر۔"

اور پھر انہوں نے گھر کا جائزہ لینا شروع کیا... ایک کمرے میں داخل ہوتے وقت انہیں عجیب سا احساس ہوا، انہوں نے قدم واپس کھینچ لیا، جب کہ خاور اندر داخل ہو چکا تھا۔ انہیں رکتے محسوس کر کے وہ ان کی طرف مڑا۔ ان کے چہرے پر الجھن اس نے صاف محسوس کی۔

"خیر تو ہے... کیا آپ مجھ پر کسی قسم کا شک کر رہے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس کمرے میں کوئی بات ہے۔" وہ بولے۔

"کمرے میں کوئی بات ہے، مجھے تو یہاں کچھ نظر نہیں آرہا۔"

"اچھی بات ہے... آپ اندر داخل ہو کر کمرے کا جائزہ لے لیں۔"

اب خاور کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آئے، وہ فوراً دروازے سے پلٹ کر ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا۔"

"آپ کا خیال غلط نہیں ہو سکتا... آپ کا دن رات کا تجربہ ہے... لہٰذا میں کمرے میں کیوں جاؤں۔"

"اچھی بات ہے... پھر میں کچھ کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے، دروازے میں ایک قدم رکھا اور پھر اچانک انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ ساتھ ہی چٹخنی لگا دی۔

"کیا مطلب... یہ آپ نے کیا کیا۔"

"اندر جو کوئی بھی ہے... اب ہم نے اسے بند کر دیا ہے۔"

"لل... لیکن... وہ کون ہے... اندر کوئی کیسے ہو سکتا ہے... میں تو گھر میں اکیلا تھا۔"

"یہی دیکھنا ہے... وہ اندر کس طرح داخل ہوا..."

یہ کہہ کر انہوں نے دروازے پر زوردار انداز میں دستک دی...

"تم جو کوئی بھی ہو... مجھ سے بات کرو، ورنہ میں اندر زہریلی گیس چھوڑ سکتا ہوں۔"

اندر سے کوئی جواب نہ ملا...

"میں تین تک گنوں گا، اگر تم نے جواب دیا تو ٹھیک، ورنہ پھر اندر زہریلی گیس چھوڑ دی جائے گی۔"

اب بھی کوئی جواب نہ ملا، آخر انہوں نے جیب سے ایک آلہ نکالا، اس میں ایک نلکی فٹ کی، وہ نلکی تالے کے سوراخ میں لگائی اور اس آلے کا بٹن دبا دیا۔

گیس اندر جانے کی ہلکی سی آواز سنائی دی... لیکن اندر سے اب بھی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"میرا خیال ہے... آپ کو وہم ہوا ہے۔"

"نہیں! اندر کوئی تھا اور وہ رانا گوما کا ساتھی تھا..."

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، بھلا وہ اندر کیسے داخل ہوا۔"

"اس بارے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں... لیکن پورے مکان کا جائزہ لینے کے بعد البتہ میں اس سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔"

پھر انہوں نے آلہ بند کر دیا۔ اس کے ایک منٹ بعد دروازہ کھول دیا، خود وہ باہر ہی رکے رہے۔ خاور کو بھی اندر نہ جانے دیا، کیونکہ اندر ابھی گیس کا اثر تھا۔ فرش پر انہیں کوئی بھی بے ہوش نظر نہ آیا تو خاور نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"دیکھا! آپ کو وہم ہوا تھا نا... اندر کوئی نہیں ہے اور اس کمرے سے نکلنے کا بس یہی ایک دروازہ ہے، کھڑکی میں سلاخیں لگی ہوئی ہیں اور روشن دان بہت چھوٹا ہے۔"

"اس کے باوجود۔" انسپکٹر جمشید نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود کیا؟"

انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور سرسراتی آواز میں بولے۔

"اس کے باوجود اندر کوئی تھا۔"

"نن نہیں... نہیں... یہ ناممکن ہے... ہم نے اندر سے کسی کو نکلتے نہیں دیکھا۔"

"اور میں ابھی اپنی بات ثابت کروں گا۔" وہ بولے۔

"اچھی بات ہے... کریں پھر ثابت۔"

اور انسپکٹر جمشید دروازے سے صرف ایک قدم اندر جا کھڑے ہوئے، انہوں نے خاور کو بھی اس جگہ سے آگے نہ بڑھنے دیا۔

"کیا بات ہے، کیا چکر ہے۔"

"گھر آپ کا ہے، آپ کو زیادہ معلوم ہونا چاہیے۔" ان کے لہجے میں طنز تھا۔

"میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"ایک منٹ... وقت بہت کم ہے۔"

یہ کہ کر انہوں نے اکرام کے نمبر ڈائل کیے... جواب نہ ملا، پھر باری باری انہوں نے سب ساتھیوں کے نمبر ملائے، لیکن کسی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اب انہوں نے خفیہ فورس کے انچارج سے رابطہ کیا، جواب فوراً ملا۔

"یس سر۔"

"گڑبڑ ہے، فوراً یہاں آجاؤ، جس گھر میں میں ہوں..."

"بہتر سر۔"

اور پھر خفیہ فورس کا انچارج اپنے تین ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت تک انسپکٹر جمشید اپنے محکمے کے فنگر پرنٹ سیکشن اور دوسرے ماہرین کو فون پر ہدایات دے چکے تھے۔

"تم میں سے ایک ان صاحب پر نظر رکھے، یہ فرار نہ ہونے پائیں۔" انسپکٹر جمشید نے ان میں سے ایک سے کہا۔

"کیا مطلب... کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔" خاور نے جھلا کر کہا۔

"خاموش رہیں، اگر آپ بے گناہ ہیں تو آپ کو کچھ نہیں ہوگا، اگر آپ راناگوما ہیں تو آج بچ نہیں سکیں گے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"فوراً اس کمرے سے انگلیوں اور قدموں کے نشانات اٹھالیں... بہت جلدی کی ضرورت ہے۔"

عملہ حرکت میں آگیا اور پھر جلد ہی وہ فارغ ہوگئے، اس کے بعد وہ کمرے میں داخل ہوئے، انہوں نے قالین الٹ دیا، فرش اور دیواروں کا غور سے جائزہ لینا شروع کیا... آخر دیوار میں ایک جگہ ایک خفیہ بٹن نظر آ ہی گیا۔ اس کو دبایا، کچھ نہ ہوا، گھمایا کچھ نہ ہوا، آخر باہر کی طرف کو کھینچا تو دیوار میں فوراً دروازہ نمودار ہوگیا۔ وہ بے چینی کے عالم میں بولے۔

"آؤ بھئی... جلدی کریں۔"

انہوں نے دیکھا، سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتے چلے گئے، یہ دیکھ کر انہیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا کہ نیچے ایک

مستطیل ہال تھا اور بہت طویل تھا۔

"اف مالک! یہ تو ایسا لگتا ہے، ساتوں گھروں کے نیچے ایک ہال بنا ہوا ہے، گویا ساتوں گھروں سے خفیہ راستے اس ہال تک آتے ہیں، تب پھر ہمارے تمام ساتھی..."

"سر وہ رہے۔" انچارج نے چونک کر کہا۔

ہال کے آخری سرے پر ان کے سب ساتھی بے ہوش پڑے تھے۔ ان کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا... آخر انہیں ہوش میں لایا گیا، ہال کو دیکھ کر وہ سب حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"پہلے اپنی اپنی کہانی سنائیں... آخر آپ سب کیسے قابو میں آ گئے۔"

ان کی کہانی ملتی جلتی تھی اگرچہ ان کے بعض ساتھیوں نے اپنے مقابلے میں آنے والے دشمن پر وقتی طور پر قابو پا لیا تھا، لیکن پھر کمرے میں گیس پھیل جانے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئے اور انہیں کچھ پتا نہ چلا، انہیں اس تہ خانے تک کیسے لایا گیا۔

"اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آئی جی صاحب یہاں بھی نہیں ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"اس کی وجہ ہے... جونہی ہماری ملاقات آئی جی صاحب سے ہوگی، ہمیں فوراً معلوم ہو جائے گا، رانا گوما کون ہے۔"

"ارے ہاں واقعی..."

"اور جب میں نے خاور شاسان کے کمرے کا دروازہ اچانک بند کر دیا اور پھر تالے کے سوراخ میں سے گیس اندر چھوڑی تو اب اس کے پاس اس کے سوا

کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ تہ خانے میں اتر جائے، ساتھ ہی اس نے سب کو خبردار کیا اور انہوں نے فرار ہونے کی کی... ہمارے ساتھیوں کو اٹھا کر لے جانے کا ان کے پاس وقت نہیں رہ گیا تھا، کیونکہ اتنا اندازہ تو وہ لگا ہی سکتے تھے کہ ہم تہ خانے کا راستہ تلاش کر لیں گے... بہر حال اس وقت کی تمام تگ و دو سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یا تو ملت گھرانے کے ساتوں افراد مجرم ہیں اور ان میں سے ایک رانا گوما ہے، یا پھر صرف ایک مجرم ہے اور وہی رانا گوما ہے... باقی چھ بے گناہ ہیں... اور رانا گوما نے ہی یہ ساتوں مکان بنوائے تھے اور چھ ان میں سے فروخت کر دیے... ایک اپنے پاس رکھ لیا، لیکن ظاہر ہے، اس کے خفیہ راستوں کا تو اسی کو علم تھا... اور یہ اس نے اپنے فرار ہونے کے لیے بنائے تھے... لہٰذا ان سات میں سے ایک رانا گوما ہے، جمع کریں بھی ان سب کو۔" انسپکٹر جمشید نے اکرام کے ماتحت سے کہا۔ جلد ہی وہ سات خاور شاسان کے گھر کے صحن میں موجود تھے۔

☆OOO☆

بھاگڑ کباڑیہ

"ساری کہانی آپ کو معلوم ہے، اب تک آپ کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہوگا کہ آپ میں ایک رانا گوما ہے... اور ہمیں رانا گوما کو پکڑنا ہے، اسے پکڑنے کے لیے اسی کے کارندے بہترین ذریعے تھے، لیکن افسوس، وہ ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکے، لیکن بہر حال ان تک پہنچنے کی کوشش بھی ہو رہی ہے... میرے ماتحت اکرام ان کی انگلیوں کے نشانات اپنے ریکارڈ سے ملا رہے ہیں، جونہی..."

"ایک نشان مل گیا سر۔" ایسے میں اکرام کی پر جوش آواز ابھری۔

"بہت خوب... کون ہے وہ۔"

"بہت پرانا اور گھاگ مجرم... کئی بار سزا یافتہ لیکن اب ایک ہوٹل چلا رہا ہے... یعنی بھاگڑ کباڑیہ۔"

"بھاگڑ کباڑیہ... تب پھر فوراً اس کے ہوٹل کو گھیر لیا جائے اور اسے گرفتار کر کے پہلی فرصت میں یہاں لے آیا جائے۔"

"جی نہیں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"کیا کہا فرزانہ... جی نہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے... جونہی ہم بھاگڑ کباڑیہ کو گرفتار کریں

گے... باقی پیچھے خبردار ہو جائیں گے۔"

"اوہ ہاں! یہ بات تو ہے... شکریہ فرزانہ۔"

"لیکن پھر ہم کیا کریں۔"

"ہم ان سے یہ کیوں نہیں پوچھتے، ان لوگوں نے یہ گھر کس سے خریدے تھے۔"

"اوہ ہاں! انسپکٹر جمشید چونکے اور ان کی طرف مڑے۔

"کیا آپ بتانا پسند کریں گے۔"

"ہم نے احسان ڈیلر سے خریدے تھے، ان گھروں کو بنانے والا یہ سب گھر اس کو فروخت کر گیا تھا۔"

"احسان ڈیلر کا فون نمبر یا پتا۔"

"وہ بے چارہ اب اس دنیا میں نہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"کچھ مدت پہلے ایک حادثے میں مارا گیا تھا۔"

"اوہ... اس کا مطلب ہے... اب یہ پتا چلانا مشکل ہے کہ ان گھروں کو کس نے بنوایا تھا۔"

"یہی بات ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں... آپ لوگ یہیں ٹھہریں... میں بھاگڑ کباڑیہ کو لے کر آتا ہوں... اکرام، اس کے ہوٹل کا نام کیا ہے۔"

"ہوٹل ذی شان، نور روڈ۔"

"بس میں ایک گھنٹے تک آ جاؤں گا، ان شاء اللہ۔"

"کیا اس وقت تک ہم اپنے ادھر ادھر کے کام کر سکتے ہیں۔" خاور شناسان

نے جلدی سے کہا۔

''ہرگز نہیں... آپ لوگ اپنی جگہ سے ہلیں گے بھی نہیں، کسی کو فون نہیں کریں گے... بس اسی جگہ چپ چاپ بیٹھیں رہیں...''

''کیا یہ ہمارے ساتھ زیادتی نہیں۔'' فاضل منیر خان نے منہ بنایا۔

''ہم مجبور ہیں...'' انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکا دیے اور پھر وہ گھر سے چلے گئے۔

گھنٹے بعد ان کے ساتھ ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک شدید جھلاہٹ تھی۔ حلیہ غیر شریف آدمیوں کا سا تھا۔

''مسٹر بھاگڑ کباڑیہ یہ ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''لیکن آپ انہیں اتنی آسانی سے کیسے لے آئے۔'' فاروق بولا۔

''ریڈی میڈ میک اپ میں اس سے ملا، میں نے اس کے کان میں کہا... رانا گوما کا ایک خفیہ پیغام ذرا الگ چل کر سن لیں۔''

پھر میں اسے کار تک لے آیا، ایک ہلکا سا ہاتھ اس کی کن پٹی پر رسید کیا اور کار میں ڈال کر لے آیا، یہ ابھی ابھی ہوش میں آیا ہے۔''

''اوہ... اوہ۔''

''تو آپ انسپکٹر جمشید ہیں، کیا آپ نے مجھے یہاں تک لانے کے لیے غیر قانونی طریقہ اختیار نہیں کیا۔''

''نہیں! میں نے اپنے اختیارات کی حدود میں رہ کر یہ کام کیا ہے، بعد میں تم مجھے عدالت میں بلا لینا... اگر بلا سکو۔'' انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

''خیر... بات کیا ہے۔''

''اپنے چھ ساتھیوں کے نام بتاؤ۔''

''آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں رانا گوما کا ساتھی ہوں۔''

''اکرام... اسے ثبوت دکھا دو اور اگر اس کے بعد بھی یہ اپنے چھ آدمیوں کے نام پتے بتانے سے انکار کرے تو پھر اسے امتحان گاہ میں لے جانا ہوگا... اب ہمیں کوئی جلدی نہیں، رانا گوما یہاں موجود ہے... وہ آئی جی صاحب کو نقصان پہنچانے کا کوئی حکم جاری نہیں کر سکتا۔''

ثبوت دیکھتے ہی بھاگڑ کباڑیہ کی ہوا نکل گئی، وہ ڈھیلا ڈھیلا نظر آنے لگا۔

''جتنی دیر لگاؤ گے... اتنا ہی اپنا نقصان کرو گے... اب نہ تمہارے باقی ساتھی بچ سکیں گے اور نہ رانا گوما۔''

''ٹھیک ہے... میں مانتا ہوں... میں رانا گوما کے سات کارکنوں میں سے ایک ہوں۔''

''باقی چھ کہاں ہیں۔''

''یہاں سے فرار ہوتے وقت ہم نے فیصلہ کیا تھا، اپنے اپنے ذاتی ٹھکانے پر چلے جاتے ہیں، پھر جو رانا گوما کا حکم ہوگا، کریں گے، فی الحال تو اس کی طرف سے کوئی ہدایت مل نہیں رہی... لہٰذا وہ اپنے اپنے ٹھکانے پر ہیں۔''

''پتے لکھوا دو... شاباش کوئی دھوکا نہ کرنا، دھوکا کرو گے تو نقصان میں رہو گے، پھر ہم تم سے جو سلوک کریں گے، وہ زندگی کے آخری لمحات تک بھول نہیں پاؤ گے اور اگر تم نے درست پتے لکھوائے تو قانون تم سے نرم سلوک کرے گا۔''

''اچھی بات ہے... اب میں دھوکا کر کے کیا کروں گا، میرا دھوکا کس کے کام آئے گا... باس کی آواز تو اب سنائی نہیں دے رہی۔''

''ارے ہاں... آواز پر یاد آیا، کیا خیال ہے، اگر تمہیں ان ساتوں کی

آواز سنائی جائے تو پہچان لوگے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''کہ نہیں سکتا... اس لیے کہ باس کوئی عام آدمی تو ہے نہیں، ہم سے ضرور آواز بدل کر بولتا رہا ہوگا۔''

''ہوں! اس بات کا امکان ہے۔''

اور پھر خفیہ فورس کے کارکن ان پتوں پر روانہ ہو گئے جلد ہی وہ چھے بھی وہیں نظر آئے۔ ان کے کس بل نکلے نظر آ رہے تھے۔

''تم میں سے بھولا رومی کون ہے؟''

''جی... میں ہوں۔''

''ہوں! تو تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا۔''

''دھوکے کی بات نہیں، باس کا پروگرام یہی تھا... میں نے جو کچھ کیا، وہ سب باس کے منصوبے کا حصہ تھا... دراصل جب کیس آپ کے سپرد کیا گیا... باس بوکھلا گیا اور اس نے آپ لوگوں کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا ڈالا... مجھ سے کہا کہ میں سب انسپکٹر اکرام کو شیشے میں اتارلوں، اسے یقین دلا دوں کہ تم جرائم سے نفرت کرنے لگے ہو اور اس کی زندگی کو چھوڑنا چاہتے ہو... اس کے بعد تو جو کچھ ہوا آپ جانتے ہیں۔''

''ہاں! کیوں نہیں... کیا باس تمہارے ذریعے باقی کارکنوں کو ہدایات دیا کرتا تھا۔''

''ہاں بالکل۔'' رومی بھولے نے کہا۔

''ٹھیک ہے، تم ہمارے لیے کام کے آدمی ثابت ہو سکتے ہو، میں تم سے چند منٹ کے لیے الگ کمرے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''چلیے میں تیار ہوں۔''

انسپکٹر جمشید اٹھے، وہ بھی کمرے سے نکلنے کے لیے دروازے کی طرف مڑا، ابھی اس نے ایک قدم اٹھایا ہوگا کہ بری طرح لڑکھڑایا اور پھر دھڑام سے گرا۔

''ارے ارے... سنبھل کر گرو بھئی۔'' فاروق گھبرا گیا۔

محمود اور فرزانہ نے اسے گھور کر دیکھا، جیسے کہ رہے ہوں۔

''ہے کوئی تک... سنبھل کر گرو۔''

''ارے... یہ... کیا۔'' اکرام کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

☆000☆

دنیا بدل گئی ہے

انہوں نے دیکھا، بھولا رومی قالین پر ساکت پڑا تھا۔ اس کی کھلی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا...

''باپ رے... یہ... یہ تو مر گیا۔'' خاور شاسان نے خوف کے عالم میں کہا۔

''مرا نہیں... رانا گوما نے اسے قتل کر دیا... ہم سب کی آنکھوں کے سامنے... اس سے زیادہ شرم کی بات کیا ہوگی...'' انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

''کیا کہا آپ نے اسے رانا گوما نے قتل کیا ہے۔'' رائے تیمور نے کانپ کر کہا۔

''ہاں جناب... بالکل یہی بات ہے... میں ابھی اس کی جیب سے آلۂ قتل برآمد کروں گا۔ اپنے خیال میں تو اس نے اپنے خلاف آخری ثبوت ختم کیا ہے، لیکن بھولا رومی کی موت ہی اس کی موت ثابت ہوگی... معاف کیجیے گا... مجھے آپ سب کی تلاشی... مگر نہیں... ایک منٹ آپ بالکل اسی پوزیشن میں بیٹھے رہیں، جیسے اس قتل سے پہلے بیٹھے تھے... ذرا بھی حرکت نہ کریں... حرکت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنی پوزیشن بدلنا چاہتے ہیں، محمود فاروق اور فرزانہ... تم برابر ان پر نظر

رکھو... میں ذرا لاش کا معائنہ کر لوں۔''

''جی... جی اچھا۔'' انہوں نے چونک کر کہا۔

دراصل اس واردات نے ان کی سٹیاں گم کر دی تھیں۔ انہوں نے لاش کو غور سے دیکھا... سب لوگ دروازے کے سامنے والی دیوار کے ساتھ بچھی کرسیوں پر بیٹھے تھے... بھولا رومی گرنے سے پہلے دروازے کی طرف مڑ چکا تھا... اور اب اوندھے منہ پڑا تھا، گویا انہیں اس کی گدی اور کمر کا جائزہ لینا تھا۔ سب سے پہلے ان کی نظر اس کی گدی پر پڑی اور پھر وہ سمجھ گئے کہ موت کیسے واقع ہوئی، انہیں حیرت بھی ہوئی، کیونکہ انہوں نے ان ساتوں میں سے کسی کو بھی بلو پائپ استعمال کرتے نہیں دیکھا تھا اور بھولا رومی کی گردن میں دھنسی سوئی بتا رہی تھی کہ اس کی موت بلو پائپ سے پھینکی گئی زہریلی سوئی سے ہوئی تھی۔ انہوں نے سوئی کی سمت کو بھی غور سے دیکھا... پھر ان کی طرف مڑے۔

''کیا آپ میں سے کوئی پائپ پیتا ہے؟''

''پائپ... وہ جو تمباکو پینے کا ہوتا ہے؟''

''ہاں! وہی۔''

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر نفی میں سر ہلا دیے۔

''نہیں جناب! ہم میں سے پائپ سے تمباکو کوئی نہیں پیتا... البتہ سگریٹ ہم پیتے ہیں۔''

''شکریہ! مجھے آپ لوگوں کی تلاشی لینا ہے۔''

''ضرور لیں... آخر آپ کو یہ بات ثابت کرنا ہے کہ ہم میں سے رانا گوما کون ہے۔'' خاور شاسان مسکرایا۔

''محمود، فاروق، خان رحمان... تم ان حضرات کی تلاشی لو... دیکھو ان

میں سے کسی کے پاس پائپ تو نہیں ہے۔“

”لیکن ہم نے انہیں منہ سے پائپ پیتے ہوئے نہیں دیکھا! خان رحمان نے منہ بنایا۔

”پھر بھی تم تلاشی لے لو۔“

آخر ان کی تلاشی لی گئی... کسی کے پاس سے پائپ نہ نکلا۔ انہوں نے انسپکٹر جمشید کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

”اب کیا کریں۔ پائپ تو ان کے پاس نہیں ہے۔“

”بھئی دنیا بدل گئی ہے۔“ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

”دنیا بدل گئی.... کیا مطلب جمشید۔“ خان رحمان بولے۔

”پائپ کی شکل صورت بدل گئی ہے... ہمیں پائپ اور شکل میں تلاش۔“

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت ایک زبردست دھماکا ہوا۔ کمرہ دھوئیں سے بھر گیا... انسپکٹر جمشید نے اس کے باوجود ان میں سے ایک کی کرسی کی طرف چھلانگ لگائی... لیکن وہ کرسی پر تھا ہی نہیں... وہ بلا کی تیزی سے دروازے کی طرف مڑے، لیکن دروازہ تو وہ باہر نکلتے ہی بند کر گیا تھا۔

ساتھ ہی وہ بھی تیورا کر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ سب سے پہلے انہی کو ہوش آیا۔

ہوش آیا تو ان کے موبائل کی گھنٹی بج رہی تھی... انہوں نے فون کا بٹن دبایا اور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے آئی جی شیخ نثار احمد کی آواز سنائی دی۔

”جمشید! تم کہاں ہو، میں دفتر آ گیا ہوں، اس نے مجھے رہا کر دیا ہے، میں تمہیں اس کا نام بتا دیتا ہوں جمشید... اب تم اسے آسانی سے گرفتار کر سکو گے۔“ آئی جی صاحب ابھی یہیں تک کہہ پائے تھے کہ وہ بولے۔

”اپنا نام تو وہ خود ظاہر کر گیا ہے سر۔“

”کیا مطلب؟“

انہوں نے وہاں پیش آنے والے حالات کی تفصیل سنا دی، اور بولے۔

”اب چونکہ یہاں سے رائے تیمور غائب ہے، اس لیے اس میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ وہی رانا گوما ہے۔“

”اوہ... تب تو اس کا مطلب ہے... ابھی اس کی گرفتاری کا معاملہ باقی ہے۔“

”ہاں سر... لیکن میں اسے گرفتار کروں گا... اس کے ساتھی اب ہمارے قبضے میں ہیں...“

”خوب... میں بہت جلد اس کی گرفتاری کی خبر سننا چاہتا ہوں۔“

”آپ بے فکر رہیں...“

اور انہوں نے فون بند کر دیا، انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے اور فرزانہ سے بولے۔

”رائے تیمور کی طرف تم ہی گئی تھی نا۔“

”جی ہاں!“

”مجھے اس سے ہونے والی ایک ایک بات بتاؤ... اس کے باتیں کرنے کا انداز یا کوئی خاص بات... کیونکہ اب وہ خود کو سات پردوں میں چھپا لے گا... اور اکرام، تم مجھے بتاؤ وہ کہاں گیا ہوگا۔“

”جی... کیا فرمایا آپ نے... میں بتاؤں، وہ کہاں گیا ہوگا۔“

”ہاں! غور کرنا شروع کر دو... میں ذرا فرزانہ کا بیان سن لوں۔“

فرزانہ انہیں رائے تیمور سے ہونے والی گفتگو سنانے لگی۔

اکرام رانا گوما کی فائل کا غور سے مطالعہ کرنے لگا... فرزانہ نے اپنی بات مکمل کی تو اکرام بولا۔ ''سر! انگلیوں کے نشانات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ رائے تیمور کا پہلا نام رائے فیاض تھا۔ وہ ہوٹل رائے کا مالک تھا۔ مطلب یہ کہ رانا گوما ہوٹل رائے میں ملے گا... کسی زمانے میں یہی اس کا ٹھکانہ تھا، پھر جب اس نے گروہ بنالیا تو اس کے بعد اس ہوٹل میں نظر نہیں آیا۔''

''خوب اگر وہ وہاں ہے تو لازمی بات ہے، میک اپ میں ہوگا، ہمیں تو اسے پہچاننے میں دیر لگے گی، لیکن وہ فوراً پہچان لے گا...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''تب پھر ہم بھی میک اپ میں وہاں چلتے ہیں۔'' فرزانہ جلدی سے بولی۔

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔'' فاروق مسکرایا۔

جلد ہی وہ شان دار قسم کے میک اپ میں ہوٹل رائے پہنچ گئے

انہوں نے ایک میز پر قبضہ جمالیا۔

''فرزانہ تم اپنے کان کھلے رکھنا... تم نے رائے تیمور سے باتیں کی ہیں۔''

''آپ فکر نہ کریں، اس کی آواز کی بھنک میرے کانوں تک پہنچ گئی تو سمجھ لیجیے گا... وہ پکڑا گیا۔''

''اچھا اچھا سمجھ لیں گے۔'' محمود نے منہ بنایا۔

جلدی ہی ایک بیرا ان کے سروں پر آکھڑا ہوا۔

''جی جناب... حکم۔'' اس نے کہا۔

فرزانہ کو عجیب سا احساس ہوا، اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے، اس نے ایک نظر بیرے پر ڈالی... پھر اپنے والد کی طرف دیکھا، انسپکٹر جمشید سمجھ گئے، دال میں کچھ کالا ہے، چنانچہ بیرے سے بات چیت شروع کر دی۔ وہ بہت ماہرانہ انداز میں آواز بدل کر بات کر رہے تھے۔
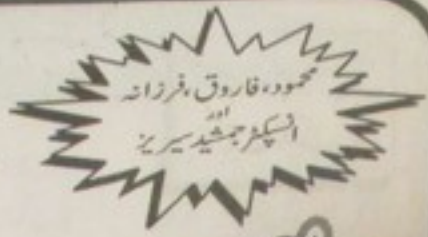
''سنا ہے، یہ بہت پرانا ہوٹل ہے۔''

''جی ہاں! بہت پرانا ہے۔''

''اس ہوٹل کی کوئی خاص ڈش۔''

''ہاں! ہمارے ہاں کے شامی اور مرغ پلاؤ بہت مشہور ہے۔''

''لیکن کیوں... یہ بھی تو بتائیں۔''

''بس یہ نہ پوچھیں۔'' اس نے روانی کے انداز میں کہا۔

عین اس لمحے انسپکٹر جمشید نے گرم جوشی کے انداز میں اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا...

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔''

اس نے بھی ہاتھ آگے بڑھا دیا، انسپکٹر جمشید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس ہاتھ کو کچھ اس انداز میں دبایا کہ بیرے کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی، اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔

''مسٹر تم اسی حالت میں ہوٹل کے باہر چلو۔ یاد رکھو اگر میں نے ہاتھ کو ذرا سی بھی حرکت دی تو تم جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے، میرے ان ساتھیوں کی جیبوں میں پستول ہیں اور ان کی نالوں کے رخ تمہاری طرف ہیں... ذرا اپنے پستولوں کی جھلک انھیں دکھانا بھئی۔''

محمود، فاروق اور خان رحمان اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی جیبوں میں پستولوں کے دستے جھانک رہے تھے، انھوں نے جیبیں بیرے کی طرف کر دیں۔

پھر انسپکٹر جمشید اس کا ہاتھ اسی انداز میں پکڑے باہر کی طرف چلے۔ دیکھنے والوں کو یوں لگ رہا تھا جیسے دو دوست ہاتھوں میں ہاتھ دیے چلے جا رہے ہوں۔

اسی حالت میں وہ باہر آگئے۔

"خان رحمان! تم گاڑی چلاؤ گے، میں اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھوں گا۔"

"خان رحمان! کیا مطلب؟" وہ بہت زور سے چونکا۔

"جی جناب! اس وقت آپ انسپکٹر جمشید کے قبضے میں ہیں، اگر آپ میں طاقت ہے تو ذرا اپنا یہ ہاتھ ہی چھڑا کر دکھا دیں۔"

"ن نہیں۔" اس کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت تھی۔ پھر وہ بولا۔

"آپ... آپ نے مجھے اتنی آسانی سے کیسے پہچان لیا۔"

"آپ کے گھر سے انگلیوں کے نشانات مل گئے تھے، ان نشانات کو پرانے ریکارڈ سے ملایا گیا، معلوم ہوا، جیسا کہ آپ کا پہلا نام رائے فیاض تھا اور اس وقت آپ ہوٹل رائے میں ہوتے تھے، دوسرے یہ کہ آپ کا تکیہ کلام ہے بس یہ نہ پوچھیں... سو اس وقت بھی آپ نے یہ جملہ بولا تھا، پھر ہم آپ کو کیوں نہ پہچان لیتے... آخر ایسا بھی کیا۔" انسپکٹر جمشید نے روانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں اور کیا... اب ہم اتنے بھی عقل سے لنگڑے نہیں۔" فاروق بول اٹھا۔

"کیا کہا... عقل سے لنگڑے..." خان رحمان حیران رہ گئے۔

"جی وہ... بس ذرا محاورہ پٹری سے پھسل گیا تھا۔" فاروق گڑبڑا گیا...

ان کے چہروں پر مسکراہٹیں پھیل گئیں... گاڑی پوری رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔

--------------☆☆☆--------------

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

یہ ناول اسٹاک میں موجود ہیں

نام	قیمت	نام	قیمت	نام	قیمت
خوف کا بم	18/-	فائل کا دھماکہ	29/-	عمارت میں بم	29/-
قتل کا پروگرام	18/-	بلیک گولڈ	29/-	پنسل کے شکار	29/-
سونے کی کار	18/-	ہمشکل سازش	29/-	بلی کا خوف	29/-
کہانی کا قتل	18/-	آپریشن الورا	29/-	وادیٔ دہشت	114/-
قاتل کا خط	18/-	مجرم منصوبہ	29/-	ملاشا کا زلزلہ	90/-
گھناؤنا ستم	18/-	ہوا کے قیدی	29/-	دلدل کا سمندر	132/-
تیسرے کی تلاش	18/-	ہولناک لمحے	29/-	خزانے کا طوفان	90/-
آگ کی مورتی	18/-	پراسرار خط	29/-	فاکا سارے	90/-
گھر کا دشمن	18/-	موت کا پھندا	29/-	سازش کا اژدہا	90/-
دوسرا سانپ	18/-	انوکھی چوری	29/-	اژدہے کی اٹھان	90/-
خون کی ہولی	18/-	ڈاکو کا وار	29/-	اژدہے کی لپیٹ	90/-
کیسٹ کا راز	18/-	موت کا جزیرہ	29/-		
سونے کی کار	18/-	گولیوں کی وباء	29/-		
ماہر قاتل	33/-	حویلی کا خط	29/-		

تین سو روپے اور زائد آرڈر پر ڈاک خرچ اٹلانٹس پبلکیشنز ادا کریگا۔ اس سے کم کے آرڈر پر آپ کو مطلوبہ کتب کی کل رقم کے علاوہ 30 روپے بطور ڈاک خرچ بھی ادا کرنا ہوگا۔

یہ تمام ناول آپ اٹلانٹس پبلکیشنز D-83 سائٹ کراچی کے نام مطلوبہ رقم کا منی آرڈر / پے آرڈر ارسال کر کے منگوا سکتے ہیں۔

اٹلانٹس پبلکیشنز
D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

حرفِ ناشر

پانچواں ناول مجرم منصوبہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ آئندہ ماہ نئے ناول "دائرے میں خوف" کے ہمراہ آپ کو اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز کا ایک شاہکار ناول "ایک سازش ایک جال" بھی ملے گا۔ ان شاء اللہ۔ ناولوں کی قیمت کے حوالے سے کچھ بچوں نے قیمت زیادہ ہونے کا سوال اٹھایا ہے۔ شورکوٹ سے ہمارے ایک قاری صداقت حسین ساجد کا کہنا ہے کہ بچوں کے ماہناموں کے مقابلے میں ناول کی قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بچوں کے ماہناموں کی قیمت اس لئے کم ہوتی ہے کہ ان میں اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔ رسالوں کے پبلشرز اشتہاروں کی رقم سے اپنی لاگت نکال لیتے ہیں جبکہ ناول عام طور پر روایتاً اشتہارات سے عاری ہوتے ہیں۔ اشاعت کی مکمل لاگت اشاعتی ادارے کو برداشت کرنی پڑتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ناولوں کی قیمت رسالوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

ایک مسئلہ جس کا آج ہمیں سامنا ہے وہ خود ناول کے اشتہار کی اخبار میں اشاعت کا مسئلہ ہے۔ جس روزنامے کے بچوں کے ایڈیشن میں ہمارے ناولوں کے اشتہار شائع ہو رہے تھے اس کی انتظامیہ نے بچوں کے ایڈیشن میں اشتہار کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے۔ ان کا موقف ہے کہ اس طرح بچے ناولوں کی طرف زیادہ راغب ہو جائیں گے اور بچوں کے دینی ہفتہ وار ایڈیشن سے شاید ناطہ کمزور کر دالیں گے۔

جبکہ ہمارا نکتہ نظر یہ ہے کہ اشتیاق احمد صاحب کے ناولوں کا فروغ، شہرت، مقبولیت اور بچوں میں ان ناولوں کی بڑھتی ہوئی رغبت بچوں کو بھارتی فلموں، بھارتی ٹی وی ڈراموں، انٹرنیٹ کی بیہودگیوں اور بے لوث سرگرمیوں سے دور کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ ہمارے وطن کے مشہور کالم نگاروں محترم حسن نثار اور محترم جاوید چوہدری کا کہنا ہے کہ انہوں نے مطالعے کی عادت ابن صفی

اور اشتیاق احمد کے ناولوں سے پائی۔

آج ہمارا معاشرہ نہایت سرعت کے ساتھ مطالعے کی عادت اور کتابوں کی محبت سے محروم ہوتا جا رہا ہے جبکہ روس، چین، جاپان اور امریکہ الیکٹرونک میڈیا کے اژدھام کے باوجود آج بھی فکشن ناولوں کی اشاعت کے اعتبار سے پوری دنیا میں سرفہرست ہیں۔ وہاں سینکڑوں سٹیلائٹ چینلز، انٹرنیٹ سروسز اور بیہودہ ترین رنگینیوں اور چکا چوند کے باوجود بچے جاسوسی ناول اور کہانیاں پڑھتے ہیں۔ وہاں ایک ایک کتاب لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتی ہے جبکہ ہمارے ہاں ایک ناول پانچ ہزار کی تعداد عبور کر جائے تو کامیاب ترین قرار پاتا ہے۔

ان حالات میں ہمارا اپنے قارئین سے سوال ہے کہ کیا ایسے رسالوں میں جو بچوں کی دین اور دنیاوی تربیت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں اور جو بچوں میں اشتیاق احمد صاحب کے صحت مند ناولوں کی مقبولیت میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اشتیاق احمد صاحب کے ناولوں کے اشتہارات کی اشاعت رکوانے کا فیصلہ درست ہے۔ آپ اپنے فیصلے سے بذریعہ خطوط براہِ راست مذکورہ روزنامے کی انتظامیہ کو بھی آگاہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں بھی خط لکھ سکتے ہیں اور اشتیاق احمد صاحب کو بھی۔

انسانی تصویروں کی اشاعت پر پابندی کے ہمارے فیصلے پر بھاری اکثریت نے پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ جس پر ہم اپنے تمام پڑھنے والوں کے شکر گزار ہیں۔

ہمیں خط لکھتے رہیے اور اپنی رائے سے آگاہ کرتے رہیے۔ شکریہ